مکاتیبِ صفیؔ

مرتبہ

سید زائر حسین کاظمی

۱۔ نام کتاب — مکاتیب صفی
۲۔ مرتب — سید تراب حسین کاظمی
۳۔ کاتب — ابوالوفا
۴۔ سال اشاعت — سنہ ۱۹۸۸ء
۵۔ پریس — سرفراز پریس لکھنؤ
۶۔ قیمت — ۲۵ روپیہ

ملنے کا پتہ

۱۔ علی پبلیکیشن ۔ ۳۶ جگت نرائن روڈ گولہ گنج لکھنؤ
۲۔ دانش محل امین آباد لکھنؤ

فہرست

دیباچہ

لسان القوم مولانا سید علی نقی صفیؔ لکھنوی مرحوم ایک ایسے شاعر و ادیب تھے جنہوں نے اپنی زندگی کے ۷۵ سال اردو شاعری اور ادب کے فروغ کے لئے نچھاور کر دیئے نظم اور نثر کے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی جو کچھ مرحوم نے لکھا وہ نہ ان کی زندگی میں شائع ہو سکا اور نہ اُن کے انتقال کے بعد۔ ان کی تحریر کا چوتھائی حصہ بھی منظر عام پر نہ آسکا ہے۔ مرحوم کے انتقال کے بعد سب سے پہلے شیخ ممتاز حسین جونپوری مرحوم نے غزلوں کا ایک انتخاب شائع کیا تھا۔ اس کے بعد آج تک صفیؔ مرحوم کے سلسلے میں کوئی کتاب نہ چھپ سکی۔ راقم الحروف نے "منظومات صفیؔ" (حصہ اول) اور "انتخاب کلام صفیؔ" (غزلیات) یکے بعد دیگرے شائع کیا زیر نظر اسی اشاعتی سلسلے کی تیسری کاوش ہے۔ جو مرحوم کی نثری تحریروں پر مشتمل ہے۔ اس میں صفیؔ لکھنوی کے خطوط کے علاوہ وہ خطوط بھی ہیں جو ان کے شاگردوں عزیزوں اور دوستوں نے انھیں لکھے ہیں مولانا مرحوم کا ایک تنقیدی مضمون بھی شامل کیا گیا ہے جو انھوں نے ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد کے ممبر اور ناقد کی حیثیت سے سکریٹری ہندوستانی اکاڈمی کو بھیجا تھا۔

قمرؔ لکھنوی مرحوم صفیؔ لکھنوی کے ایک عزیز شاگرد تھے۔ جن کے پاس صفیؔ مرحوم کے بیشمار خطوط تھے۔ ان کے پاس وہ خطوط بھی تھے جو صفیؔ لکھنوی کے شاگردوں عزیزوں اور دوستوں نے انھیں لکھے تھے۔ یہ ساری تحریریں قمرؔ لکھنوی نے مجھے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ تلاش کر کے کچھ خطوط میرے سپرد کر دیئے اور باقی کے لئے پھر دینے کا

وعدہ کیا تھا بسلسلۂ ملازمت مجھے لکھنؤ سے باہر جانا پڑا۔ اور ایک لمبے عرصہ تک باہر رہنا پڑا۔ اسی اثنا میں قمر لکھنوی علیل ہو گئے اور قلیل مدت کی علالت کے بعد رحلت کر گئے۔ جب میں لکھنؤ واپس آیا تو ان کی اہلیہ سے امجد علی خاں مرحوم کے توسط سے رابطہ قائم کیا مگر قمر لکھنوی مرحوم نے جن خطوط کی نشاندہی کی تھی وہ دستیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے انھیں خطوط پر اکتفا کرنا پڑا جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

صفی لکھنوی کے دو اور اہم کام پیش نظر ہیں۔ پہلا ان کی غزلوں کا مکمل دیوان شائع کرنا ہے جس کی ترتیب دی جا چکی ہے۔ دوسرا "خیام المترجم" جس میں عمر خیام کی بارہ سو ربا عیوں کا منظوم ترجمہ رباعی کی شکل میں موجود ہے کو شائع کرنے کا پلان ہے۔ دعا کا طالب ہوں کہ یہ دونوں کام مکمل ہو جائیں۔

زیر نظر کتاب مرہون اشاعت نہ ہوتی اگر ڈاکٹر مصطفےٰ افطرت کا عملی تعاون حاصل نہ ہوتا۔ عزیزی امان عباس نے بھی کتابت اور اشاعت میں اپنا مکمل تعاون دیا ہے۔ میں دونوں حضرات کا ممنونِ احسان ہوں۔

سید زائر حسین کاظمی
۶ سو جگت نرائن روڈ۔
گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ ۱۸

۲۰ ستمبر ۱۹۸۸ء

مولانا صفیؔ — اپنے خطوط کے آئینے میں

ڈاکٹر مصطفیٰ افطرت

لسان القوم مولانا سید علی نقی زیدی صفیؔ لکھنوی نے جس طرح شاعری میں ہزل اور ریختی کو چھوڑ کر جملہ اصنافِ سخن میں اپنی شاعرانہ صلاحیت اور جودتِ طبع کے جوہر دکھائے ہیں، اُسی طرح انھوں نے نثر میں بھی اپنے مفید خیالات عام فہم زبان میں پیش کئے ہیں ان کا نثری سرمایہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس ۱۹۴۶ء کے خطبۂ صدارت، بزم مشتران کی جانب استقبالیہ کمیٹی کے خطبۂ صدارت، ہندوستانی اکادمی کی ۹ کتابوں پر تفصیلی تنقید، مقدمہ اور حواشی دیوان ظریف (دریابادی)، مراسلات، تقاریظ اور خطوط پر مشتمل ہے جو اردو ادب کا بیش قیمت حصہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب سید زائر حسین کاظمی "صحیفہ" (بہ یادِ صفیؔ)، "منظوماتِ صفیؔ" (حصہ اول) اور "انتخابِ کلامِ صفیؔ" (غزلیات) شائع کرنے کے بعد مولانا صفیؔ کے خطوط شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کے شاعرانہ کمالات کی طرح نثری محاسن بھی منظرِ عام پر آجائیں۔ اُن کے خطوط کا مطالعہ غالبؔ کی خطوط نویسی کی یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح غالبؔ نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا، اسی طرح صفیؔ کے خطوط میں یہ وصف نمایاں ہے اس کے علاوہ ان کے خطوط کی یہ بھی ایک امتیازی اور قابلِ توصیف بات ہے کہ وہ اپنا مفہوم نہایت سادہ اور آسان زبان میں ادا کرنے کی قدرت رکھتے تھے۔ وہ خطوط میں بغیر کسی تمہید کے صرف مختصر اور مناسب القاب کے بعد نفسِ مطلب

ادا کرنے میں مخصوص اور منفرد مہارت تامہ رکھتے تھے،

اُن کے خطوط کے ان خصوصیات کی تائید میں یہاں صرف دو اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:۔

"...... نمونہ مرسلہ جناب عرشیؔ صاحب میں نے دیکھا رباعی اور ترجمے کی ترتیب مجھے پسند نہیں۔ میرے قلمی مجموعے میں رباعی اور ترجمہ پہلو بہ پہلو ہے اس طرز پر دونوں کو متوازی رہنا چاہیئے۔ میں ایک نمونہ مرزا جواد صاحب مالک مطبع نظامی، لکھنؤ سے بنوا کر بھیجتا ہوں......"

"یہاں آموں کے باغات کی کثرت ہے امسال بور خوب آیا تھا مگر دفعتًا بعد نوروز ابر و باد و برق نے بالکل تباہ کردیا اور چٹنی کے لئے بھی کیریاں درختوں میں نہیں ملتیں۔ مالکان باغ کا بہت نقصان ہوا۔ راشننگ کی یہاں بھی وہی حالت ہے جو لکھنؤ اور دیگر مقامات میں ہے چور بازار کھلے ہوئے ہیں۔"

میں نے مولانا صفیؔ کی ادبی خدمات اپنی تصنیف "صفیؔ لکھنوی۔ حیات اور کارنامے" میں نہایت تفصیل سے پیش کی ہیں۔ یہاں اُن کی خط نویسی کے متعلق اختصار پیش نظر رکھتے ہوئے صرف اشاروں سے کام لیا ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ صفیؔ کی ادبی زندگی کا ہر گوشہ اپنے دامن میں اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اظہار خیال کیلئے دفتر کے دفتر درکار ہیں

امید ہے کہ مولانا صفیؔ کے خطوط کا یہ مجموعہ اردو ادب کے پرستاروں کی نظر میں ایک عظیم نثری کارنامہ قرار پائے گا اور صاحبانِ نظر قارئین کرام میرے اس شعر سے اتفاق فرمائیں گے ؎

لکھے گا شعر و ادب کی جو داستاں کوئی
سنہرے حرفوں سے لکھنا پڑے گا نام صفیؔ

مکتوب مولانا صفیؔ لکھنوی

عزیزی خواجہ عابد آزاد فضلکم۔ سلام مسنون

آپ کا خط مورخہ ۱۸ اکتوبر ۳۰ء کے جواب میں جو واقعات صحیح ہیں ان کا لکھ دینا ایک اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔ "جام جہاں نما" کے "ساقی کوثر نمبر" میں جو تحریر میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ میری ہے۔ لیکن عبارت میں جا بجا تحریفیں ہیں جو درج ذیل ہے۔

(۱) صفحہ ۲۵۔ پہلے کالم کی ۲۷ ویں سطر کے اس جملہ میں کہ "جناب ہجرؔ کے کلام میں بلاغت اور جناب عزمؔ کے یہاں سلاست پائی جاتی ہے۔ میری اصلی تحریر میں "بلاغت" کی جگہ جزالت کا لفظ صرف ہوا ہے۔

(۲) صفحہ مذکور کے دوسرے کالم کی ۸ ویں سطر میں یہ جملہ بھی کہ "پہلے میں آمد اور دوسرے میں آورد کا لطف ہے۔" محرّف ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ میں نے ہرگز نہیں لکھا۔ اس لئے کہ میرے نزدیک یہ واقعیت کے برعکس ہے۔ (پہلے شعر میں آورد، دوسرے میں آمد) یا (ایک میں آمد، دوسرے میں آورد) ایسا کوئی جملہ میرے قلم سے نکلا ہے۔ اصل تحریر کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا۔

(۳) اسی صفحہ اور اسی کالم کی ۱۷ ویں سطر میں یہ جملہ کہ "دوسرے میں نہ کوئی خوبی ہے، نہ کوئی ندرت" اس میں بھی خوبی کی جگہ شاید خرابی یا اور کوئی لفظ اس کے مترادف میں نے لکھا ہے۔ خوبی کے لفظ میں تحریف معلوم ہوتی ہے علاوہ

برقی سنجر صاحب کے شعر "یاد ہے دل میں" الخ کے متعلق دو ایراد تھے۔
ایک لفظ شعلہ بار میں ہائے مختفی کا اشباع، دوسرے "دم" کی بیداری۔ ان میں
سے پہلا تو رسالہ میں درج ہے مگر دوسرا حذف۔

(۷) اسی صفحہ اور اسی کالم کی ۲۲ ویں سطر میں "صاف اور سادہ" کے بعد "محض" کا
لفظ الحاقی ہے۔ میری تحریر میں یہ لفظ نہیں ہے۔ اسی طرح اس جملہ میں "مگر پہلے
ہی سخن گوئی سے کام لیا گیا ہے" سخن گوئی کی جگہ میں نے صنعت گری کا لفظ صرف
کیا ہے۔ اور وہ اس لئے کہ عکس آرا کی ترکیب میری نظر میں نوتراشیدہ اور خود
ساختہ ہے۔ عکس آراستن محاورہ اہل عجم نہیں۔ میں نے جو کچھ بھی لکھا تھا
وہ بلا رو رعایت اس لئے کہ ایسے معاملات میں غیر جانبداری کو اپنا
فرض سمجھتا ہوں۔ علاوہ بریں دونوں حضرات نے کسی سے بھی مشورہ شامل نہ تھا
اس محاکمہ کا تو یہ حشر ہوا اب آپ نے دونوں حضرات کی مزید دو دو غزلیں
بغرض تقابل شعری ارسال فرمائی ہیں۔ مجھے یہ سلسلہ بہت بازی نامتناہی معلوم
ہوتا ہے۔ یہاں اتنی فرصت کہاں۔ لہذا اس خدمت سے معاف فرمایا جاؤں۔
میری نگاہ میں دونوں صاحب پختہ کار ہیں۔ اور اپنے اپنے رنگ میں خوب کہتے
ہیں۔ دونوں کا کلام بطور مشتے نمونہ از خروارے، میری نظر سے گزر چکا ہے۔
تو رنگ پہلے تھا وہی اب بھی ہے۔ یعنی سنجر صاحب کا رنگ تغزل تخیلی و عزم صاحب
کا جذباتی ہے۔ سنجر صاحب کے کلام میں زیادہ تر آورد اور عزم صاحب کے یہاں
بیشتر آمد ہوتی ہے۔ وہ پُر شوکت الفاظ و نو ایجاد ترکیبوں سے شعر کو سجاتے ہیں۔
یہ صاف اور سادہ الفاظ میں مطلب بہت سلجھا کے ادا کرتے ہیں۔ دونوں حضرات

کی تین غزلیں بنا بر تبصرہ اب تک میرے پاس آئیں اور انہیں میں نے تنقیدی نظر سے جانچا۔ بحیثیت مجموعی دلکش اور موثر انداز میں سلجھے ہوئے شعر عزم صاحب کے یہاں زیادہ ملے۔ عجب نہیں کہ انھیں کی مدت مشق بھی زیادہ ہو آپ کے دونوں خطوط کا یہی جواب ہے۔

ہم طرح غزلیات معہ غزل واپس ہیں۔		والسلام خیر ختام
قافیہ	ردیف	المرقوم ۱۹؍ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء
۱۔ دمساز۔ آواز	ہے	فقط
۲۔ دل۔ مشکل	کی	صفی عفی عنہ لکھنو

نوٹ:- ان ہیں غزلوں پر ظریف لکھنوی، ثاقب لکھنوی، محشر لکھنوی، عزیز لکھنوی نے بھی تبصرے کئے ہیں اور خطوط لکھے گئے جو سرفراز میں چھپ چکے ہیں۔ مدیر سنجر کا بھی خط شامل ہے۔

سید زائر حسین کاظمی

غزل سنجر

بوقت ذبح رنگینی نہیں ہے روئے قاتل کی
شعاعیں محو ہیں شاید میرے خون نابۂ دل کی

دل پُر داغ سے روشن تھی اپنے عشق کی دنیا
اٹھا لیں تیری محفل سے تو رونق رہ گئی محفل کی

جہاں کے ذرے ذرے کو بنا دے وادیٔ ایمن
شعاعیں منتشر کر حسن عالم سوز محفل کی

سحر ہونے کو ہے اے شمع ہستی آ گلے ملتا جا
گھڑی بھر اور رونق دیکھ لے تو بھی محفل کی

کدھر اے شوق سجدہ سالکِ راہِ طلب جائے
نظر آتی ہزاروں منزلیں ہیں ایک منزل کی

ازل سے ڈھونڈتا پھرتا ہوں خود سنجر میں اپنے کو
میں ہی ہوں رہبر منزل میں ہی ہوں راہ منزل کی

آہ ہستی سوز کیوں کھینچی دلِ دمساز سے
جل گیا تارِ رگِ جاں شعلۂ آواز سے

اس نے کیا ٹھکرا دیا سجدے کو پائے ناز سے
بڑھ گیا انجام اپنا فرض کے آغاز سے

اے دلِ مضطر ٹھہر جا تا کجا ذوقِ لقا
کوئی دیتا ہے صدا اب پردہ ہائے ساز سے

ہر ادا میں تیری پوشیدہ ہے اک طرزِ بیاں
لب پہ ہے موجِ تبسم کچھ عجب انداز سے

برقِ رخسارِ تجلی اور چشمِ خوں چکاں
ہے یہ ربطِ باطنی انجام کو آغاز سے

خوابِ ہستی میں بھی ہے اک کیفِ مرگِ ناگہاں
قم باذنی اب تو کہہ دیجئے لبِ اعجاز سے

پاس ہے ناکامیٔ صیّاد کا اے ہم صفیر
ورنہ حسرت پر کہیں مجبور ہیں پرواز سے

صورتِ گل ہے بہارِ شوخیٔ راز و نیاز
سینۂ تنگِ گلستاں پہ ہے کسی کے راز سے

غزل عزم سالق ناشاد

جو تم چاہو تو پوری ہوں تمنائیں ابھی دل کی
حقیقت کیا تمہارے سامنے مشکل سے مشکل کی

خوشی کوئی نہیں ایسی کہ جس میں غم نہ شامل ہو
سحر کو دیکھ لے کوئی ادا سی شمع محفل کی

تمنا تھی کہ نامہ کے عوض دیتا مجھے قاصد
اگر تصویر کھینچ سکتی میرے بیتابی دل کی

اب اس سے بڑھ کے آخر نامرادی اور کیا ہوگی
کہ ڈوبی میری کشتی ٹکریں کھا کھا کے ساحل کی

اسی کا دل مزے لیتا ہے جس پر خود گذرتی ہے
نہ پوچھو حسرتیں بہرِ خدا گم کردہ منزل کی

لکھا ہے ڈوب ہی جانا میری تقدیر میں شاید
جھلک اب بھی نظر آتی نہیں اے عزم ساحل کی

ہاں ذرا اک بار چلنا پھر اسی انداز سے
حشر برپا کر چکے ہو جس خرام ناز سے

ابتدائے عشق میں ہے انتہا کا دردِ غم
ہے عیاں حالت مرے انجام کی آغاز سے

کس طرح اس کج ادا سے آہ دردِ دل کہوں
ہاتھ جو رکھتا ہوں کانوں پر مری آواز سے

اقربا کا تذکرہ کیا غیر بھی رونے لگے
مر کے دم بیمار نے دیکھا جو اس انداز سے

بڑھ گئی الفت قفس سے بھول بیٹھا آشیاں
طائرِ جاں کیا تجھے ضد ہو گئی پرواز سے

فخر کیا اے دل جہاں میں آج ہم کل اور تھے
کوئے جاناں کب رہا خالی کسی جانباز سے

کر دیا بیکار اب طولِ اسیری نے مجھے
بال و پر گو ہیں مگر مجبور ہوں پرواز سے

عشق کے ہاتھوں ہوئے ناشاد رسوائے جہاں
دیکھتی ہے ورنہ ایک دنیا ہمیں اعزاز سے

مکتوب مولانا صفیؔ

کرم فرمائے بندہ زاد لطفکم

سلام مسنون۔ جس زمانے میں آپکا خط آیا تھا اس وقت یہاں ....
ٹمپریچر ۱۱۸ درجہ تک پہونچ گیا تھا۔ لو سے صدہا آدمی ضائع ....
ہوا کئے۔ بحمد اللہ دو تین روز سے بارش ہو رہی ہے۔ اور وہ ہوکی شدائد
برطرف ہو گئے۔ لہذا اصلاحی کلام جو اس مدت میں جمع ہو گیا تھا اب دیکھنے
کی نوبت آئی ہے۔ پہلے سب کے آپ ہی کی غزل اصلاح دے کر روانہ کرتا ہوں
تبسم صاحب کو بہت بہت سلام۔

صفی عفی عنہ

۲۵ جون سنہ ۱۹۳۲ء

مکتوب صفیؔ لکھنوی بنام

۴ ستمبر ۱۹۳۲ء
گولہ گنج۔ لکھنؤ

عزیزی سلمکم اللہ

دعا۔ وسط جولائی سے اب تک دردِ سر کے دورے میں مبتلا ہوں بہت کلام اصلاح ہونے کو آیا ہوا پڑا ہے۔ بوجہ ناسازیٔ مزاج اُدھر متوجہ نہیں ہو سکتا آپ کی مرسلہ کی ہوئی غزلیں صرف اس لئے دیکھنا پڑیں کہ مشاعرہ دسویں ستمبر کو ہے شعروں کو جہاں تک ان میں گنجائش اور ضرورت تھی میں نے درست کر دیا ہے۔ آپ شوق سے پڑھ دیجئے۔ نظرِ ثانی کے لئے جو پرچہ آپ نے لکھا ہے ان شعروں کو مکرر دیکھ کر میں نے اپنی بات لکھ دی ہے۔ صرف دو مقام پر مجھے اپنی ترمیم سابق میں مکرر ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ما بقی اشعار اسی طرح قائم رہ گئے۔ میرے اصولِ اصلاح میں یہ بات داخل ہے جہاں تک ممکن ہو میں شعر کے الفاظ اور تخیل کو قائم رہنے دیتا ہوں۔ مگر الفاظ کے الٹ پلٹ سے شعر درست ہو گیا تو خیر ورنہ کسی مقام پر جزوی ترمیم الفاظ کے رد و بدل سے کر دیتا ہوں۔ اور اگر اس طرح بھی شعر درست نہ ہوا تو بہ مجبوری مصرعہ بدل دیتا ہوں۔ آپ جس قدر غور و فکر سے شعر کہیں گے اس کی مناسبت سے میں اصلاح دوں گا۔ یہ طریقہ بالکل غیر مفید اور گمراہ کن ہے کہ شعروں کو کاٹ کر اپنے شعر کہہ کر لگا دیئے جائیں۔ اس طرزِ عمل سے متعلم کو ہر

بجز قدرت پیدا نہیں ہوئی۔ آپ نے فارسی میں ایک مسدس میری شان میں لکھ کر
بھیجا۔ اگر آپ یہ وقت ایسی ہی غزل کی فکر میں صرف کرتے تو بہت اچھے شعر
نکلتے۔ .... بہت غور سے کہا کیجیے اور جو الفاظ استعمال کیجیے وہ بیکار نہ ہوں
اضافہ اشعار جو .... بالکل غیر مفید بلکہ مضر ہے۔ کہیں خامہ خویش
آراستن + بہ از جامہ عاریت .... اگر اصلاح شدہ اشعار
میں کوئی بات سمجھ میں آئے تو بے تکلف اسے آپ .... پر کلام
مستند شعرا کے زیر نظر ہے سے کچھ دنوں میں .... تبسم صاحب
کو بہت بہت سلام کہہ دیجیے۔ زیادہ دعا

صفی عفی عنہ

مکتوب صفی لکھنوی بنام جنرل سکریٹری، ہندوستانی اکاڈمی، الہ آباد

بخدمت شریف جناب جنرل سکریٹری صاحب
ہندوستانی اکاڈمی صوبہ متحدہ، الہ آباد

جناب من

بحوالہ مراسلہ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۲ء و مراسلہ مورخہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء مدعا نگار ہوں کہ مندرجہ ذیل نو کتابیں ہندوستانی اکاڈمی صوبہ متحدہ سے بنابر موازنہ میرے پاس آئیں:- ۱- نغمۂ روح - ۲- سید گل - ۳- متاع درد - ۴- لمعات تعبیر ۵- ابتہاج و مباہج - ۶- جلوہ زار ۷- شیطانی سبھا - ۸- مثنوی جنگ جرمن ۹- رامائن - چنانچہ ہر کتاب کو بہ نظر غائر جانچ کی. اس کی ادبی حیثیت کے متعلق میں اپنی رائے درج فرد موازنہ کر دی ہے - جو اسی کے ساتھ منسلک ہے - ان کتابوں میں سے چھ کتابیں ایسی ہیں جن کے اندر متفرق مضامین پر مختلف نظمیں درج ہیں اور باقی تین ایسی ہیں کہ جن میں واقعات مسلسل ایک ہی بحر میں نظم ہیں -

پہلی قسم کی کتاب مد الف اور دوسری قسم کی ترتیب کے تحت میں رکھی گئی ہیں - چونکہ اکاڈمی کی طرف سے ان کی جانچ کے متعلق شرائط خاص مقرر نہ تھیں اس لئے بربنائے اصول عام کتابیں جانچی گئیں، اور موازنہ منجملہ کتب مد الف صرف "جلوۂ زار" ہر اعتبار سے بہتر پائی گئی اور منجملہ کتب مد ب "رامائن" - لہذا میری رائے میں یہ انعام نصف نصف انھیں دونوں کتابوں کے مصنفوں کو مرحمت ہو، تحریری رائے ارسال خدمت ہے، کتابیں بذریعہ پارسل بعد کو روانہ ہوں گی - فقط

رقومہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۳۳ء

خاکسار سید علی نقی صفی لکھنوی

فرد نتیجہ موازنہ کتب (بمقابلہ انعامی) بابتہ سید علی نقی صفی

نمبر شمار	نام کتاب	تقطیع	صفحات	تخمینہ تعداد اشعار	مد الف حقوق مضامین میں / ب اوزان میں	صحت مسلسل ایک ہی بحر میں		مصنف	سال اشاعت	ادبی حیثیت	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱-	ثمرۂ روح	۲۰×۳۰/۱۶	۸۸	۳۰۰	الف	✗	عمدہ	اختر انصاری	سنہ ۱۹۳۲ء	اوسط	محاسن کم معائب زیادہ
۲	سیر گل	- ایضاً -	۸۰	۹۰۰	الف	✗	معمولی	شاعر لکھنوی	درج نہیں	ادنےٰ	- ایضاً -
۳-	نیسانِ صبا	- ایضاً -	۳۶	۵۵۰	۸	ب	معمولی	سید آل حسن کیفی مراد آباد	درج نہیں	ادنےٰ	- ایضاً -
۴-	مثنوی [illegible]	- ایضاً -	۸۸	۲۶۵۰	✗	ب	خراب	- ایضاً -	سنہ ۱۹۳۰ء	ادنےٰ	- ایضاً -
۵	متاعِ درد	۲۰×۳۰/۱۶	۱۳۴	۱۴۰ -	الف	✗	عمدہ	ثاقب کانپوری	شوال ۱۳۴۹ھ مارچ ۱۹۳۰ء	اوسط	محاسن و معائب ہم پلّہ
۶	صوت بصیر	۲۰×۳۰/۱۶	۶۴	۶۰۰	الف	✗	معمولی	بصیر بدایونی	درج نہیں	اوسط	- ایضاً -

١	١	٢	۴	٥	٦	٧	٨	٩	١٠	١١	١٢
٧	الابتہاج دباج	٣٠×٢٠×١ / ١٦	٦٩	٣٠٠	الف	×	معمولی	دیباج الدین حیدر صاحب ماسٹر	درج نہیں	اوسط	محاسن و معائب ہم پلہ
٨	جلوۂ دار	ایضاً	١٧٠	١١٠٠	الف	×	عمدہ	ہیئت الاحبیت ترجمہ	درج نہیں	اعلیٰ	محاسن زیادہ معائب کم
٩	رامائن	ایضاً	١١٩	١٢٠٠	×	ب	معمولی	ناٹک لکھنوی	سنہ ١٩٢٠ء	اعلیٰ	ایضاً

مورخہ ١٩ جنوری سنہ ١٩٢٣ء

سید علی نقی صفی

مکتوب صفی لکھنوی بنام عبدالرحمٰن بیخود

۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۳۴ء
لکھنؤ۔ مولوی گنج

عزیزی سلمکم اللہ

دعا بھائی معاف کرنا ارسال جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ بات یہ تھی کہ جب خط آیا تھا وہ محرم کا زمانہ تھا۔ خط میں نے رکھ دیا تھا کہ بعد محرم جواب بھیج دونگا۔ محرم کے بعد مکان کی مرمت شروع ہو گئی۔ اور اس کا سلسلہ کوئی ڈیڑھ مہینہ سے زیادہ رہا۔ اس عرصہ میں بالکل یاد نہ رہا۔ اس کے بعد دو سفر ایک ایک ہفتہ کے لئے کرنا پڑے۔ عزیزی تبسم کا جب خط آیا تو آپکا بھی ذکر خیر اس میں درج تھا۔ اس وقت مجھے آپ کا خط یاد آیا۔ لیکن میں اسے رکھ کر بھول گیا تھا۔ دو روز تک کاغذات تلاش کرتا رہا۔ خدا خدا کر کے مل گیا۔ لہذا غزل پر اصلاح دے کر تبسم صاحب کے خط کے ساتھ اس خط کو بھی روانہ کرتا ہوں۔ خط میں آپ نے ایک مثنوی کی اصلاح کے متعلق بھی لکھا ہے۔ لہذا آپ اسے بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیج دیجئے۔ جہاں تک ممکن ہوگا وقت نکالوں گا۔ عدیم الفرصت بہت رہتا ہوں اور پیرانہ سالی و خرابی صحت کی وجہ سے زیادہ دیر تک کام اب نہیں کر سکتا شب کو تو مطلق لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہی نہیں۔ صرف دن کو جس قدر وقت ضرورتوں

سے بچتا ہے وہ اصلاح میں صرف ہوتا ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔ زیادہ دعا

صفی علی عفی عنہ

کسی کا مشغلہ بیداد کرنا — ہمارا کام ہے فریاد کرنا
جہاں میں یہ کرشمے ہیں کسی کے — اسے ویراں اسے برباد کرنا
رہے ناشاد بھی محفل میں ان کی — کسے کہتے ہیں یا رب شاد کرنا
میں ان کی یاد سے رخصت تو ہو لوں — ٹھہر جا قتل پھر جلاّد کرنا
ابھی تو قتل کرتے ہو مجھے تم — نہ رونا جب وفائیں یاد کرنا
مٹا دے قید ہستی کو بھی اے عشق — نہیں ممکن اگر آزاد کرنا
دکھا دینا جھلک میّت پہ آ کر — مری مٹی نہ تم برباد کرنا

شہید عشق ہوں حسرت یہی ہے — کبھی دو آنسوؤں سے یاد کرنا
نہ اس دن بھول جانا ذکر بیخود
کبھی جب ماتم فرہاد کرنا

مکتوب مانی لکھنوی بنام چیف جسٹس رامپور اسٹیٹ

مورخہ یکم جنوری سنہ ۱۹۴۵ء
مولوی گنج لکھنؤ ۔

جناب مستطاب دام معالیکم

تسلیم بالتحیۃ والتکریم ۔ گرامی نامہ تو ۲۸ دسمبر کو مل گیا ۔ مگر مجموعہ "اوراق گل" کا برابر انتظار رہا ۔ اور اس کی ایک جلد ۳۱ دسمبر کو وصول ہوکر موجب تشکر ہوئی ۔

"اوراق گل" کی ورق گردانی سے "گلہائے رنگ رنگ بہ بوئے دیگر است" کا لطف حاصل ہوا ۔ بلحاظ ترتیب و تہذیب مجموعہ کمال مرتبہ دیا گیا ۔ مگر رہ زیب ہے ۔ اس زمانے میں جب کاغذ کا سخت قحط ہے کوئی کتاب ایسے اچھے کاغذ پر اور اس اہتمام کے ساتھ صرف ایک ادب نواز فرمانروا کے حکم احساس کے نکتہ سنج و خوش سلیقہ ارکان دولت ہی کے انہماک سے اشاعت پذیر ہو سکتی ہے ۔

چنانچہ یہ تذکرہ شعرائے حال ان خصوصیات کا حامل ہے جن کا اور مروجہ تذکروں میں فقدان ہے ۔ مثلاً (۱) ہر شاعر کی تصویر (۲) اس کا خطبہ (۳) نمونہ تحریر (۴) مختصر حالات (۵) خود اس کے پسندیدہ اشعار کا انتخاب منجملہ کلام (۶) اساتذہ فن شعر سے متعلق اس کی رائے (۷) کن اساتذہ کو وہ مانتا ہے وغیرہ وغیرہ

ان باتوں سے "بزم سخن" کا یہ اچھوتا شاہکار بے حد قابل داد ہے اور میری نظر میں سے گل گشت ۔ بہادر جنگ کا کلام "اوراق گل" ، امت فرین گل " کا

مصداق۔ چونکہ صحت کتابت بھی منجملہ محاسن ایک ضروری چیز ہے۔ بناءً علیہ میں نے اپنے کلام مطبوعہ اول سے آخر تک دیکھا تو مختصر کلام میں متعدد اغلاط کتابت و تحریفات نظر آئے۔ جنکی فہرست ہمراہ عریضہ منسلک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بروقت مقابلہ مطبع صاحب نے ان اغلاط و تحریفات کی تصحیح نہیں کی۔ کلام بالکل مسخ ہو کر چھپا ہے جسے دیکھ کر مجھے سخت روحانی تکلیف ہوئی۔ کاش پروف بغرض صحت میرے پاس بھیج دیا جاتا۔ اپنے نسخہ موصولہ شدہ کی اغلاط تو عرضی سے تصحیح کر دی ہے۔ لیکن اور ایڈیشن جو شائع ہو گئے ہیں ان میں بھی تصحیح کی سخت ضرورت ہے۔ اب سوائے اس کے چارہ کار نہیں کہ جلد از جلد یہ فہرست اغلاط و تحریفات چھپوا کر شائع کر دی جائے کہ ہر جلد میں اس کے مطابق تصحیح کر لی جائے۔ مجھے امید ہے کہ جناب اس طرف توجہ خاص مبذول فرما کر مجھے ممنون کرم فرمائیں گے۔ مشکور

غلط نامہ

فہرست اغلاط کتابت و تحریفات کلام مندرجہ صفحات ۶۱ تا ۳۱۵
"مجموعہ اوراقِ گل"

۱۔ صفحہ ۶۲ پر دوسری رباعی کے مصرعات۔ اول۔ دوم۔ چہارم میں قوافی کے بعد (ی) ردیف کا ایک جزو کاتب نے چھوڑ دیا ہے جس سے تینوں مصرع ادھورے رہ گئے ہیں۔ قوافی کے ساتھ صحیح ردیف یوں ہے:

مصرعہ (۱) سینہ کو ہے (۲) لوٹنے ہی کو ہے۔ (۴) چھوٹنے ہی کو ہے

۲۔ اسی صفحہ پر غزل کے دوسرے شعر کا مصرعہ آخر غلط لکھا گیا ہے۔ (پیر) کو "پہ" لکھ کر کاتب نے مصرعہ کو ناموزوں کر دیا ہے۔

۳۔ اسی صفحہ پر اسی غزل کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرعہ غلط لکھا گیا ہے جس سے شعر مہمل ہو گیا ہے صحیح مصرعہ یہ تھا (یا ارادہ کر نہ ملیں آپ سے کچھ دور نہیں)۔ "ملیں" کو کاتب نے "تھی" لکھ دیا ہے۔ اس تحریف سے شعر مہمل ہو گیا ہے

۴۔ صفحہ ۲۳ پر غزل کے دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ غلط لکھا گیا ہے۔ صحیح مصرعہ یوں ہے۔ "سو دا ہے خانہ خیبت طالب انجام نہیں"۔ کاتب نے (جب) کو (اب) کر دیا ہے اور اس تحریف سے مطلع کا مضمون ہی خبط ہو گیا ہے

۵۔ اسی صفحہ پر آخر شعر کا دوسرا مصرعہ غلط لکھا گیا ہے صحیح مصرعہ یوں ہے۔ "سو سواد کفر میں بھی الخ" کاتب نے تحریف کر کے (بھی) کو (وہ) لکھا ہے

۶۔ صفحہ ۲۶ پر چھٹے شعر (مقطع) میں (پیر) کو لڑا کر یہ کر دیا ہے جس سے نظم کے الفاظ ـــــ بجائے ہستی، بستی پیدا ہو گئی۔

۷۔ اسی صفحہ پر دوسری غزل کے پہلے مطلع میں مصرع اول کاتب نے غلط لکھا ہے صحیح مصرعہ یوں ہے۔ (تڑپ کے رات بسر کی کہ اک مہم سر کی) کاتب نے (کہ) کو جو لکھ کر مطلع کو مہمل کر دیا۔

۸۔ اسی صفحہ پر دوسری غزل کے پانچویں شعر کا پہلا مصرعہ کاتب نے غلط لکھا ہے۔ صحیح مصرعہ یوں ہے۔ "خرام وہ جو ہلا دے جگر فرشتوں کے"۔ کاتب نے

(کے) کی جگہ کا لکھ کر تحریف کی ہے۔

۹۔ اسی صفحہ پر آخر شعر کا پہلا مصرعہ غلط لکھا گیا ہے۔ صحیح مصرعہ یوں ہے۔
سجی ہے حضرت واعظ نے الخ۔ کاتب نے تحریف کرکے "سجی ہے" کو سجائی
قطعاً غلط لکھا ہے۔

۱۰۔ صفحہ ۲۶۵ پر پہلے شعر کا دوسرا مصرعہ غلط لکھا گیا ہے صحیح مصرعہ یوں ہے
سہ کنارے بیٹھ کے گنگو سمندر کی۔ کاتب نے تحریف کر کے (گنو) کو گنوں
غلط لکھا ہے

المرقوم یکم جنوری ۱۹۴۵ء
صفی عفی عنہ

مکتوب صفیؔ بنام شبابؔ

مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۵ء
مولوی گنج۔ لکھنؤ۔

عزیزی سلمکم اللہ العزیز

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۴۵ء مجھے ایسے عالم میں ملا کہ بالکل صاحب فراش تھا۔ جب تم لکھنؤ میں مجھے دیکھنے آئے تھے طبیعت اس وقت بھی اچھی نہ تھی مگر ادھر مہینے ڈیڑھ مہینے سے تو ایسی نڈھال ہو گئی کہ لکھنے، پڑھنے، چلنے پھرنے سے قطعاً معذور ہو گیا۔ خونی بواسیر کے دورے میں سیروں خون نکلنے سے بے حد کمزور و نحیف ہو گیا ہوں۔ بھادوں میں بارش کا سلسلہ جاری رہا اور دفعتاً ملیریا کا حملہ ہو گیا۔ اس نے رہی سہی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ علاج برابر جاری ہے اور بحمدہ اب طبیعت کسی قدر روبصحت ہے۔ لیکن بوجہ اضمحلال کبھی کبھی اختلاج ہوتا رہتا ہے۔ دماغی کام میں زحمت محسوس ہوتی ہے۔ سید فاتح صاحب شفقؔ کرادوی نے بذریعہ کارڈ احوال پرسی کی تھی۔ آج ہی انھیں بھی جواب بھیج رہا ہوں۔ دقیقؔ صاحب کے داہنے ہاتھ کی انگلی ریل کی کھڑکی کے پٹ میں اتفاقاً دب کر پس گئی۔ میڈیکل کالج میں آپریشن کرانا پڑا۔ روزانہ ڈریسنگ کو وہاں جانا پڑتا ہے۔ ابھی تک پورا اندمال نہیں ہوا ہے۔ اسی کے ساتھ بارش میں مکان کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ لہٰذا اس کی مرمت کرانے میں ہر طرح کی زحمتوں کا سامنا رہا۔ تمہارے حالات معلوم ہو کر افسوس ہوا۔ اور یہ دریافت ہو کر کہ ابھی

تک تمہاری والدہ صحت یاب نہیں ہوئیں ۔ فی الجملہ تردد لاحق ہوا ۔ خداوند کریم انھیں شفائے عاجل عطا فرمائے ۔ تمہارا قصیدہ اور دو غزلیں بعد اصلاح روانہ کرتا ہوں ۔ زیادہ دعا ۔

خیر اندیش
صفی عفی عنہ

غزل

(۱)

رندِ میکش بے نیازِ گردشِ ایام تھا
میکدہ بردوش جب ساقیِ لالہ فام تھا

بجھ رہی تھیں پے بہ پے ہوش و خرد کی مشعلیں
بادہ صرصر ساغرِ صہبائے آتش فام تھا

نامہ بر ان سے نہ کہہ دینا گنی جاتی ہے سانس (ہچ)
وہ اگر یہ پوچھیں کیسا عاشقِ ناکام تھا

چند لفظوں میں یہ کہہ دینا کہ اے جانِ جہاں
تذکرہ تھا آپ کا اس کو جب آرام تھا

خاکِ پروانہ چراغِ کشتہ کچھ پژمردہ پھول
یاد ہے اب تک وہ محفل جس کا یہ انجام تھا

لائقِ حمد آفریں تھی ہر ادا ان کی شباب
میں ہر اک لغزش پہ لیکن موردِ الزام تھا

غزل

(۲)

جی بھر کے خود کو مائلِ عصیاں نہ کر سکے
صد حیف امتحانِ رحمتِ یزداں ۔ نہ کر سکے

توبہ شکن گھٹائیں گھر آئیں مگر ہنوز
کچھ اہتمام موسمِ باراں نہ کر سکے ۔

تجدید یاد ہوتی ہے ہر ہر خلش کے ساتھ — اچھا ہوا وہ دل کا درماں نہ کر سکے
موتی سمجھ کے بھر گئے دامن میں اشکِ غم[5] — ان کو سپردِ پنجۂ مژگاں[6] نہ کر سکے
رسوائیوں کے خوف سے شباب کی بہار میں — دامن کو جیب[7]، جیب کو داماں نہ کر سکے
کل تک خود آفتاب سمجھتے اور اب یہ حال ہے — تارِ دل سے خود کو دست و گریباں کر سکے

تم اک غمِ فراق سے گھبرا گئے شباب
ہم ہیں کہ وصلِ یار کا ارماں نہ کر سکے

نوٹ :- ع ۱ شباب نے "میں بھی اکدن" نظم کیا تھا جس کو صفی لکھنوی نے بدل کر "رند بیکش" کر دیا۔ ع ۲ شباب نے جو "نظم کیا تھا۔ مولانا صفی نے "اگر یہ" سے اسکو بدل دیا۔ ع ۳ شباب نے "کس طرح سے" نظم کیا تھا۔ لیکن صفی لکھنوی نے اس جگہ "کیسا" لکھ کر اصلاح کر دی۔ اور اس کو قطعہ بند قرار دے دیا۔

ع ۴ دوسری غزل میں شباب نے "رحمت کو منتظرِ بداماں" نظم کیا تھا۔ لیکن مولانا صفی نے اسکو موجودہ شکل دے دی۔ ع ۵ "لیا" کو "لئے" سے بدل دیا۔ ع ۶ شباب نے "جیب" ... نظم کی تھی مولانا صفی نے اس کی اصلاح کر دی۔ ع ۷ "وہ اشک جنکو ہم تھے" نظم کیا تھا شباب نے لیکن صفی لکھنوی نے اسکو بدل کر "انکو سپردِ پنجۂ" کر دیا۔ شباب کا وہ قصیدہ نہ مل سکا جس کی اصلاح مولانا نے کی تھی

قصیدہ فتح خیبر

پھر افق پر جھوم کر ابرِ بہار آ ہی گیا — ہاتھ میں متوالے کے پھر ساغرِ سرشار[1] آ ہی گیا

عالم مستی میں اپنی آنکھیں جھپکاتا ہوا — دیکھا پہلو میں میرا مستانہ دار آ ہی گیا
جام در دست و صراحی در بغل مینا بدوش — مستیوں کی رو میں وہ دیوانہ وار آ ہی گیا
کیف پرور انکھڑیوں سے خم لنڈھاتا پے بہ پے — ہوش کے دامن کو کرتا تار تار آ ہی گیا
کائنات دانش و بینش کو ٹھکراتا ہوا — خاورانہ رخش مستی پر سوار آ ہی گیا
ایک اک کانٹے میں پنہاں ہیں ہزاروں لالہ زار — آج گلشن میں وہ رشک لالہ زار آ ہی گیا
زلف عنبر فام کو شانوں پہ بکھرائے ہوئے — ہم لباس نافہ مشک تتار آ ہی گیا
تاک کی نبضوں میں رقصندہ ہے اک موج شراب — ساقی بدمست زیر شاخسار آ ہی گیا
دامن کہسار پر گلکاریاں کرتا ہوا — شاہد گل پیرہن جان بہار آ ہی گیا
خم ہوئی مینا کی گردن کھل گیا توبہ کا در — میکشوں پر رحمت یزداں کو پیار آ ہی گیا
دونوں ہاتھوں میں لیے فتح و ظفر کی مشعلیں — کوئی اس عالم میں بہر کارزار آ ہی گیا
لافتی الا علی کی مہر کرتا جا بجا — کشور سیف و قلم کا تاجدار آ ہی گیا
تیوریوں پر بل نمایاں آستیں الٹے ہوئے — غیظ میں اک بار شیر کردگار آ ہی گیا
قلعہ خیبر کی دیواریں لرز اٹھیں تمام — جنگ کے میداں میں جب لیے ذی وقار آ ہی گیا
مرحب خود سر بڑھا جب جنگ کرنے کیلئے — ہاشمی شہباز کی زد پر شکار آ ہی گیا
شہ روح الامیں تھرا رہے ہیں الاماں — دفعتاً جن پر نشان ذوالفقار آ ہی گیا

آہنی در میں دھنسی جاتی ہیں دیکھو انگلیاں — شاہ مرداں[19] قوت پروردگار آ ہی گیا

کیا عجب سرسبز ہو باغ تمنائے شباب
در پہ آقا کے غلام خاکسار آ ہی گیا

مکتوب مولانا صفیؔ بنام پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب

مورخہ ۴/جولائی سنہ ۱۹۴۶ء

مولوی گنج ۔ لکھنؤ

محترمی دامت معالیکم

تسلیم ۔ بہ وجہ ضعف و نقاہت بزم مسرت کی شرکت سے محروم رہا۔ یاد آوری کا شکریہ ۔ ہدیہ تبریک میری طرف سے قبول ہو ۔ امید ہے کہ جناب مع جملہ وابستگانِ دامنی بخیر و عافیت ہوں گے ۔

اہلِ عریضہ سید ندا حسین صاحب رضوی اردو کا امتحان ایم ۔ اے سکنڈ ڈویژن میں (آگرہ یونیورسٹی) ، فارسی کا امتحان منشی کامل (الہ آباد) اور ادیب عالم و ادیب فاضل (پنجاب) ، نیز عربی کا امتحان مولوی (پنجاب) پاس کر چکے ہیں اور بالفعل ہائی اسکول ریاست جے پور میں بطور اسسٹنٹ ماسٹر ملازم ہیں ۔ لیکن ان کی خواہش ہے کہ لکھنؤ یونیورسٹی سے اردو میں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کر لیں ۔ اسکالرشپ ملے یا نہ ملے ۔ مگر کسی طرح ریسرچ کے لئے داخلہ ہو جائے ۔ اور اسی غرض سے آپکا مشورہ لینے اور امداد مناسب حاصل کرنے کے لئے حاضر خدمت ہو رہے ہیں ۔ [illegible] ۔ وطن ان کا نگرام ہے ۔ اور ان کے اکثر اعزہ میرے احباب ہیں ۔ لہذا میرا فرض تھا کہ ان کا تعارف کرا دوں ۔

امید ہے کہ جناب اس بارے میں توجہِ خاص مبذول فرما کر موقعِ شکر گزاری عطا فرمائیں گے ۔ زیادہ نیاز

خیر اندیش نیاز کیش

صفی عفی عنہ

مکتوب مولانا صفی بنام پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب

۲ مارچ ۱۹۴۷ء

محترمی دامت معالیکم۔

تسلیم ۔ ۸ نومبر ۱۹۴۶ء کو اتفاقیہ گر پڑا ۔ کمر، پہلوؤں، پسلیوں میں چوٹ آجانے سے کئی مہینے صاحب فراش رہا۔ ابھی تک درد کمر کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتا۔ نہ سیدھا کھڑا ہو سکتا ہوں ۔ ایک صاحب جالندھر میں کوئی مقالہ لکھ رہے ہیں ۔ جس کا عنوان ہے "ادب اور زندگی شاہانِ اودھ کے عہد میں" اس کے متعلق انھوں نے چند استفسارات مندرجہ ذیل میرے پاس محض اس لئے بھیجے ہیں کہ کوئی بات اُن کے قلم سے ایسی نہ نکل جائے جو غلط پروپیگنڈے سے مشہور ہو گئی ہو۔ کوئی کتاب مصنفہ ڈاکٹر ابو اللیث ان کے زیر نظر ہے ۔ مگر یہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری ۔

استفسارات

(۱) لکھنو کی (اودھ کی) قدیم غزل گوئی کے خصوصیات ۔

(۲) اودھ میں قصیدے کی طرف عام رجحان کیوں نہ ہو سکا ۔

(۳) بہت مختصر طور پر "لکھنویت" ادب اور زندگی میں کن عناصر کا نام ہے ۔

چونکہ میں بہت کمزور اور علیل ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ بہ لحاظ وسیع النظری آپ ان استفسارات پر مجھ سے بہتر روشنی ڈال سکیں گے ۔ لہٰذا قصد یہ ہوا کہ اپنی مختصر رائے قلم بند فرما کر میرے پاس بھیج دیں ۔ ممنون پذیر ہوں گا ۔ فقط

دل خستہ و کمر شکستہ

صفی عفی عنہٗ

المرقوم ۲ مارچ ۱۹۴۷ء ۔

مکتوب مولانا صفیؔ بنام پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب

مکرمی زاد لطفکم

تسلیم ۔ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۷ء سے دردِ سر اور اختلاج کے دورے میں مبتلا ہوں ۲۳ر کو اور ۳۰ر کو جب حاضر ہوا ہوں تو اسی عالم میں تھا ۔ ۴ر ۲ر لغایت ۲۸ر تو اس قدر شدائد رہے کہ تکیے سے سر بھی نہ اٹھا سکتا تھا ۔ اب بھی یہ حال ہے کہ تھوڑی دیر اگر بات کرتا ہوں تو یا کسی قدر بلند آواز سے کچھ پڑھوں تو فوراً چکر آجاتا ہے اور اختلاج ہونے لگتا ہے ۔ ۹ر کو شب کے وقت شیعہ کالج میں جلسہ ہے قصائد خوانی ہوگی ۔ حضرات پروفیسر وہاں سے تشریف لائے تھے اور مجھ سے پڑھنے کی خواہش کی گئی تھی ۔ میں نے یہی عذر کیا ہے ۔ اسی طرح الہ آباد کرسچین کالج سے کچھ حضرات تشریف لائے تھے ۔ ۷ر کو صحبت مشاعرہ ہے ۔ شرکت کے لئے بے حد اصرار ہے مگر وہاں بھی نہ جا سکوں گا ۔ میں ضرور تعمیل فرمائش کرتا ۔ لیکن آئندہ اتوار تک غالباً اس قابل نہ ہوں گا کہ کچھ پڑھ سکوں ۔ اس لئے امیدوارِ معافی ہوں ۔ جلسے میں حاضر ہونے کی ضرور کوشش کروں گا ۔ اور اگر کچھ آدمی فراہم ہو سکے تو ہمراہ لیتا آؤں گا ۔

زیادہ نیاز

خاکسار

صفیؔ عفی عنہ

مکتوب صفی لکھنوی بنام کاظم علی مرزا قمر لکھنوی

مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۴۷ء
میر کوٹ ۔ سہارنپور

عزیز گرامی منزلت زاد شرفکم

دعا ۔ آپ کا خط ملا ۔ اشعار بعد اصلاح واپس بھیجتا ہوں ۔ اپنے والد ماجد اور دیگر احباب پرسان حال کو میرا سلام پہونچا دیجئے گا ۔ بحمدہ اچھا ہوں ۔ کسی قسم کی تکلیف نہیں ۔ مگر پھر بھی دل گھبراتا ہے اور گھر کا خیال ہر وقت رہتا ہے ۔ اور آپ حضرات یاد آتے ہیں ۔ موسم بہار کا بہت خوب ہے ۔ دن کو کسی کسی روز ہوائے گرم پریشاں چلتی ہے ۔ ورنہ شب کو خنکی ہوتی ہے ۔ اور کسی روز ہلکا سا ابر چھا کر ترشح بھی ہو جاتا ہے ۔ یہاں آموں کے باغوں کی کثرت ہے ۔ امسال بور خوب آیا تھا ۔ مگر دفعتہً بعد کو روز ابر و باد و برق نے بالکل تباہ کر دیا ۔ اور اب چٹنی کے لئے کیریاں درختوں میں نہیں ملتی ۔ مالکان باغات کا بہت نقصان ہوا ۔ راشننگ کی یہاں بھی وہی حالت ہے جو لکھنؤ اور دیگر مقامات میں ہے ۔

چور بازار کھلے ہوئے ہیں ۔ امید ہے کہ آپ سب حضرات مع الخیر ہوں گے ۔ حالات سے اطلاع دیتے رہئیے ۔ درد کمر میں تخفیف ضرور ہے ۔ مگر سو بچاس قدم سیدھا چل نہیں سکتا گھر پر بیزر پیتی ۔ سلمہ سے بھی خیریت کہہ دیجئے گا ۔

خیر طلب
صفی عفی عنہ

مکتوب مولانا صفی بنام فخرِ قوم سید کلب عباس نقوی

جنرل سکریٹری، آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ۔

عزیز محترم فخرِ قوم دامت معالیکم

سلام مسنون و دعائے طولِ حیات و ترقی درجات۔ میں آج مرکزی کمیٹی میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ مگر دردِ کمر کی شدت سے قاصر رہا۔ آپ سے ملنے کی مجھے سخت ضرورت ہے اگر براہ کرم آج یا کل شب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے زحمت گوارا فرمائیں تو بے حد متشکر ہوں گا مجھے امید ہے کہ آپ وقت مقرر فرما کر مجھے آج ہی مطلع فرمائیں گے۔

المرقوم ۲۴ر اگست ۱۹۴۷ء

مخلص دیرینہ

صفی عفی عنہٗ

نوٹ: اسی خط پر فخرِ قوم خان بہادر سید کلب عباس نقوی، آنریری جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا مندرجہ ذیل نوٹ بھی درج ہے۔

مولانا مدظلہٗ

میں آج ۶ بجے سے ۷ بجے تک حاضر ہوں گا

احقر

کلب عباس

۲۴ر اگست ۱۹۴۷ء

نوٹ: فخرِ قوم خان بہادر سید کلب عباس نقوی ایڈوکیٹ قصبہ جائس ضلع رائے بریلی کے

رہنے والے تھے ۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے ایک مدت تک جنرل سکریٹری رہے ۔ شعر و شاعری سے گہرا لگاؤ تھا ۔ صفیؔ لکھنوی کے شاگرد بھی تھے ۔ صفیؔ لکھنوی بھی آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے مرکزی کمیٹی کے ممبر تھے ۔ ہر سال کے سالانہ اجلاس میں آپ " لختِ جگر " نام کی ایک مسلسل نظم تصنیف کر کے پڑھتے تھے ۔ اس نظم میں پہلے اس مقام کی جغرافیائی اور تاریخی واقعات بیان کرتے تھے ۔ اُس کے بعد قوم کے متعلق باتیں نظم کرتے تھے ۔ ان نظموں کا مجموعہ " لختِ جگر " کے نام سے شایع ہو چکا ہے ۔

سید زائر حسین کاظمی

مکتوب مولانا صفی بنام چیف جسٹس رامپور اسٹیٹ

مورخہ ۷ رجولائی ۱۹۴۸ء
مولوی گنج۔ لکھنؤ

عالی مرتبت چیف جسٹس صاحب بہادر دامت معالیکم

تسلیم۔ جون میں نصیب اعدا ناسازی مزاج ولی عہد بہادر کی خبر سُن کر اب تک میری طبیعت پریشان ہے۔ بغرض دریافت حال ایک عریضہ جناب خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب دہلوی کی خدمت میں ارسال کیا۔ اُس کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ سُنا تھا کہ آپ لکھنؤ آخر ماہ جون تک آنے والے ہیں۔ خیال تھا کہ عند الملاقات مفصّل حالات دریافت ہو سکیں گے۔ مگر آپ کی تشریف آوری نہیں ہوئی۔ پریشانی اور بڑھ گئی۔ لہٰذا براہ کرم ولی عہد بہادر کی خیریت مزاج سے مطلع فرما کر یہ بھی لکھیے کہ آپ نے لکھنؤ آنے کا قصد کیوں ملتوی کر دیا؟۔

نمونۂ مرسلہ جناب عرشی صاحب میں نے دیکھا۔ رباعی اور ترجمے کی ترتیب مجھے پسند نہیں۔ میرے قلمی مجموعے میں رباعی اور ترجمہ پہلو بہ پہلو ہے۔ اسی طرز پر دونوں کو متوازی رہنا چاہیے۔ میں ایک نمونہ مرزا محمد جواد صاحب۔ مالک مطبع نظامی پریس لکھنؤ سے بنوا کر بھیجتا ہوں۔ اس میں عنوان یعنی مفہوم رباعی کی پٹی بخط نسخ بہت خوشنما ہے رباعی ٹائپ کے خط میں ہے اور اس کے مقابل ترجمہ بخط نستعلیق ہے یہ تہذیب کتابت بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اگر صفحے کے چاروں طرف کوئی دیدہ زیب ڈیزائن ہو تو نورٌ ع

علی نور۔ آپ خود بھی اگر میری رائے سے متفق ہوں تو براہ کرم اس تجویز کو جناب محترم چیف منسٹر بہادر، عالی جناب منجھلے صاحب بہادر اور اعلیٰ حضرت دام اقبالہٗ سے پاس کراکے عرشی صاحب کو دے دیں تاکہ ان کے اہتمام اور آپ کی نگرانی میں کام انجام پاتا رہے۔ نمونہ ۲۲×۲۶ کی تقطیع پر ہے۔ ڈیزائن کی غرض سے اگر چوڑی چکلی تقطیع کی ضرورت ہو تو وہ تقطیع اختیار کی جائے جو اقبال مرحوم کے مطبوعہ کلام کی تقطیع ہے۔ اس کے علاوہ میری رائے میں کُل رباعیاں جس طور سے میں نے چار حصوں پر تقسیم کر دی ہیں اگر چار جلدوں میں طبع ہوں گی تو ہر جلد کی ضخامت موزونیت سے متجاوز نہ ہو گی اور اگر ایک ہی جلد میں کُل رُباعیاں چھاپی گئیں تو جلد کا حجم بہت بڑھ جائے گا۔ اور چار جلدوں کے سٹ کے مقابل اس کی قیمت گھٹ جائے گی۔ جہاں تک ممکن ہو کاغذ مضبوط اور دیرپا لگایا جائے۔ اب مجھے رسم الخط کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے جس کا میں نے اپنے قلمی مجموعے میں التزام رکھا ہے۔ طباعت میں اس کی پابندی ملحوظ رہے

(۱) فارسی رباعیوں میں اردو کی طرح الفاظ کے آخر میں اگر نون معلن ہو تو نقطہ دیا جائے نون غنہ میں نقطہ نہ دیا جائے۔

(۲) لفظوں کے آخر میں اگر یائے معروف ہو تو وہ مدور لکھی جائے گی۔ ما بقی ہر (ے) لمبی لکھی جائے۔ اس طرح صحیح پڑھنے میں سہولت ہوگی۔

(۳) اردو میں جو لفظ ہائے مختفی پر ختم ہو اور اس کے بعد کوئی حرف ہو جس کے زیر اثر وہ لفظ سمجھا جائے تو وہ ہائے مختفی یائے مجہول سے بدل جائے گی۔ مثلاً (میخانہ سے) کو (میخانے سے) لکھنا چاہیے۔ یہ غلطی میرے مرسلہ نمونہ میں بھی ہے۔

(۴) نمبر شمار حاشیے پر بہت باریک خط میں نہیں واضح ہونا چاہیے۔

کاتب صاحب جونپور سے آگئے اور یکم جولائی سے غزلوں کے انتخاب اور کتابت کا کام جاری ہے۔ میرے درد کمر اور حبس ریاح کی حالت بدستور ہے۔ چت لیٹ نہیں سکتا۔ داہنی بائیں جس کروٹ سے لیٹوں تولید ریاح اور اُن کے حبس سے اٹھنا چاہوں تو امعا اوراحشا میں سخت درد ہوتا ہے۔ بدقّت تمام اٹھنے پر جب ڈکاریں آجاتی ہیں تو کسی قدر درد میں کمی ہو جاتی ہے۔ جوتے کھینچے ہوئے کمر سیدھی نہیں ہو سکتی۔ جھک کر دو چار قدم بھی چلوں تو درد بڑھ جاتا ہے۔ جو حضرات پُرساں حال ہوں اُن کی خدمت میں میرا سلام پہونچا دیجیے! امید ہے کہ جناب مع جملہ وابستگان دامن بخیر و عافیت ہوں گے زیادہ نیاز۔

نیاز کیش۔ خیر اندیش
صفیؔ عفی عنہٗ

مکتوب صفی لکھنوی بنام سکریٹری رامپور اسٹیٹ

مخدومی و مکرمی دام مجدکم

تسلیم ۔ عنایت نامہ موصول ہوا ۔ ابھی مشاعرے کی شرکت کے متعلق جناب عالی سکریٹری صاحب کا نوازش نامہ بھی آچکا ہے ۔ اور سر دست جو میری حالت ہے وہ لکھ کر بھیج چکا ہوں ۔ لہذا آپ کی خدمت میں بھی مکرر لکھے بھیجتا ہوں ۔ نوے سال کی عمر میں مدت سے بیمار ہوں ۔ امسال سرمائی بارش و ہوائے سرد نے چلنے پھرنے بلکہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور کر دیا ۔ رات دن اوڑھے لپیٹے بستر پر پڑا رہتا ہوں ۔ جنوری میں ایک قلبی دورہ ہو چکا ہے ۔ جس کے اثرات ابھی تک باقی ہیں ۔ علاج برابر جاری ہے ۔ قلب کی شکایت نے بالکل نیم مردہ کر دیا ہے ۔ زندگی سے مایوسی ہے ۔ اگر اتنی بھی قوت ہوتی جتنی چند ماہ قبل تھی تو دو مددگار ساتھ لیکر تہیہ سفر کرتا کہ وہ بطور مال منقولہ لکھنؤ سے رام پور تک مجھے پہونچا دیتے ۔ ریاست مذکور تو میری امیدگاہ ہے ۔ اس دربار کا وظیفہ خوار ہوں ۔ اور شب و روز دعاگوئے سرکار دولت مدار ۔ اس لیے کہ میری چندروزہ زندگی کا انحصار وہیں کے پرورش پر ہے ۔

نیاز کیش

جگر خستہ و کمر خستہ

صفی عفی عنہ

مکتوب مولانا صفیؔ بنام کاظم علی مرزا قمرؔ لکھنوی

قمر صاحب

دعائے مخلصانہ۔ میرے ایک کرم فرما جناب پنڈت جگ موہن نرائن صاحب مُشران ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج آپ سے ملنے کی غرض سے آتے ہیں۔ اردو فارسی کی مکمل قابلیت ہے۔ شعر کہتے نہیں مگر سمجھتے خوب ہیں۔ اسی بنا پر ان کے ایک پرانے دوست کی بیوی نے ایک نظم کہہ کر ان سے خواہش کی ہے کہ یہ اس نظم کے عیوب کسی سے نکلوا دیں نظم محض تک بندی ہے۔ میری رائے میں آپ ان اشعار کے خاص عیوب کو درست کر دیجیے۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ورنہ میں اس فرمائش کی تعمیل کر دیتا۔ ایک ہفتہ کے اندر اس کے معمولی نقائص نکال کر، بعد اصلاح نظم انھیں دے دیجیے۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہٗ

۲۶ نومبر ۱۹۴۸ء

نوٹ:۔ جس نظم کا ذکر لسان القوم صفیؔ لکھنوی نے کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

سید زاہد حسین کاظمی

"بہارِ مسرّت"

اس طرح آج سجے جاتے ہیں ایوانِ بہار
کہ جوانانِ چمن بھی ہیں ثنا خوانِ بہار

باغِ عشرت میں نیا آیا ہے مہمانِ بہار
ہو رہے ہیں نئے انداز سے سامانِ بہار

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے اُمید کے دامانِ بہار

بار آور نہ ہوا نخلِ تمنّا اپنا   مدتوں خونِ جگر دے کے جسے سینچا تھا
لہلہا اٹھا وہی انگڑائیاں لے کر سبزا   فرشِ رہ دیدۂ و دل اپنا بنا ہے گویا

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے اُمید کے دامانِ بہار

کب تھی اس قطرے کی امید کہ دریا ہوگا   صدفِ دہر میں بڑھ کر دُرِ یکتا ہوگا
بخت کا چرخِ ترقی پہ ستارا ہوگا   یہ مرا نورِ نظر گھر کا اُجالا ہوگا

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے امید کے دامانِ بہار

ڈھونڈتی تھی یہ نظر نورِ نظر کا جوڑا   مل گیا شکرِ خدا شمس و قمر کا جوڑا
تارِ عشرت میں گندھا لعل و گہر کا جوڑا   گنگا جمنی ہے دُلہن دولہا کا یکسر جوڑا

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے امید کے دامانِ بہار

گھر میں چاند آتا ہے اپنے کہ دلہن آتی ہے   چاندنی چار طرف پھیلتی ہی جاتی ہے
نذرِ انجم بھی تصدق کے لئے لاتی ہے   مشتری جوشِ مسرت میں یہی گاتی ہے

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دُلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے امید کے دامانِ بہار

رونمائی میں دیا میں نے وہ دل کا ٹکڑا   جملہ تن میں اسی کے لئے جو حاضر تھا
پھر بھی کہتی ہوں ہوئی کچھ نہ سواگت گویا   دل کے مندر میں مگر ہو گیا روشن لو دیا

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے امید کے دامانِ بہار

لکشمی[1] راج کرے دل پہ میرے یوگی[2] کے | یہ لقب اس کو مبارک ہو پھلے اور پھولے
عمر یہ دولوں کی بڑھیں دولت و اقبال بڑھے | یا خدا ابرِ کرم بچوں پہ میرے برسے

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دُلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے اُمید کے دامانِ بہار

تو ہی ان کو نظرِ بد سے زمانے کی بچا | تیرے ہی دستِ کرم نے یہ خزانہ ہے دیا
ورنہ ناچیز کوئی مجھ سا زمانے میں نہ تھا | دوست سب شاد ہیں ان کے عدو ہوں رسوا

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے امید کے دامانِ بہار

ابھرے جذبات کی تصویر کشی لاکھ ہوئی | نہ ادا کر سکی لفظوں میں خوشی کو دل کی
شاعرہ بھی نہیں اور فن سے ہوں ناواقف بھی | دل کے ارمانوں نے یہ نظم کہی وقتِ خوشی

چمن آرا ہے بھرے گھر میں دُلہن جانِ بہار
بھر گیا پھولوں سے اُمید کے دامانِ بہار

نوٹ :۔ ۱۔ دلہن کا لقب جو اس کو سسرال سے ملا۔
۲۔ دولہا کا نام یوگندر۔ لیکن پیار سے یوگی کہتے تھے۔
۳۔ نظم جو مرزا کاظم علی خاں قمرؔ لکھنوی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس پر انھیں کے ہاتھ کا یہ نوٹ موجود ہے۔

" جناب پنڈت جگ موہن نرائن صاحب مُشران، ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج کو حضرت صفیؔ مدظلہ نے ۲۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو ایک نظم جو جج صاحب موصوف کے کسی دوست کی بیوی نے اپنے لڑکے کی شادی کے سلسلہ میں کہی تھی استاد معظم صفیؔ مدظلہ نے ایک رقعہ کے ذریعہ حکم دیا کہ درست کر کے جج صاحب کو واپس کر دو لبعد اصلاح۔ لیکن

جج صاحب کی فرمائش سے از سرِ نو کہنا پڑی۔ خیالات وہی رکھے جو نظم کہنے والی کے تھے ۳۰ نومبر کو نظم واپس کردی۔ بعد ملاحظہ حضرت صفیؔ مدظلہ، جج صاحب ایک روز تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ دوسرے بند کا دوسرا مصرع بدل دیجئے: اس لئے کہ ان کی قابلیت سے زیادہ ہے۔ اور چھٹے بند کا دوسرا مصرع بھی ابھی بدل دیجئے۔ چنانچہ دوسرے بند کا دوسرا شعر یوں درست کیا ؎

جس کی اس دل کو تمنا تھی وہی پھول کھلا
شکر خالق کہ ہوئی آج یہ مقبول دُعا

اور چھٹے بند کا دوسرا مصرع فوراً یوں عرض کیا ؎

جس سے بڑھ کر نہ میرے پاس کوئی تحفہ تھا

سید زائر حسین کاظمی

مکتوب جناب سید جمیل الحسن بنام مولانا صفیؔ

۲۲ نومبر سنہ ۱۹۴۹ء

محلہ صوفیانہ ۔ قصبہ ردولی
ضلع بارہ بنکی

عمدۃ الادبار مجتہد الشعراء دام برکاتکم

پس از عرض ہدیہ تسلیم مع التکریم مدعا گسار ہوں کہ یہاں ایک مسئلہ لاینحل ایسا پیش آگیا ہے جو آپ کے فیصلۂ عالی پر محول کرنا پڑا ۔ وہ یہ ہے کہ حضرت امیر مینائی کی ایک غزل میں مطلع کے قافیوں میں باوجود "دال" کی قید کے اشعار میں قید کا التزام باقی نہیں رہا ۔ مطلع حسب ذیل ہے :۔

یہ تو میں کیوں کر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

فہم ناقص میں مطلع کے قافیہ قید ۔ ردف ۔ روی اور وصل سے مرکب ہیں یعنی "دال" قید "الف" ۔ ردف ۔ "رے" ۔ روی اور "وں" علامت جمع وصل ایسی صورت میں غزل میں پرستار ۔ گنہگار وغیرہ قوافی کہاں تک جائز ہیں۔

امید ہے کہ اسی عریضہ پر مفصل مطلع فرمائیے گا ۔ ٹکٹ جواب برائے عطائے جواب ملفوف ہیں ۔

ملحوظ خاطر رہے کہ قید اور ردف کی تکرار مطلع میں واضح ہے

جواب کا بے چینی سے منتظر
ایک غائبانہ عقیدت مند
سید جمیل الحسن عفی عنہ

مکتوب مولانا صفیؔ بنام سید جمیل الحسن

لکھنؤ۔ مولوی گنج

مکرمی زاد لطفکم

سلام مسنون۔ عنایت نامہ ملا۔ غالباً جناب کو معلوم نہیں بوجہ پیرانہ سالی و خستہ حالی دماغی کام اب میں نے بالکل ترک کر دیا ہے۔ ۸ر نومبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو اتفاقاً گر پڑا تھا۔ کمر اور پشت کی چوٹ ہے اور جولائی سے تو سخت بیمار ہوں۔ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا۔ گھر کے تمام افراد مرض بیری بیری میں مبتلا (یہ ایک نئی بیماری بنگال سے یو۔ پی میں آئی ہے۔ اور اس کا علاج انجکشن کے سوا کچھ نہیں) منجھلے فرزند کی اہلیہ کا اسی مرض میں انتقال ہو گیا۔ عید کے مہینے سے گھر ماتم سرا ہے۔ بہر حال جواب لکھا کے بھیج رہا ہوں۔ مسلسل بیماریوں سے بے حد کمزور ہو گیا ہوں۔ خود لکھ بھی نہیں سکتا۔

امیرؔ مینائی کے اس مطلعِ غزل کی نسبت آپ کو یہ اعتراض ہے کہ باوجود قیدِ دال کے باقی اشعار کے قوافی میں دال کی قید باقی نہیں رہی:۔

(قوافی)	(مطلع)
خریداروں = اسم فاعل سماعی	یہ تو میں کیوں کر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
نازبرداروں = اسم فاعل ترکیبی	تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

آپ قوافی کو قید۔ ردف۔ روی وصل سے مرکب سمجھتے ہیں۔ اور اس لیے اس غزل میں پرستار اور گنہگار وغیرہ کے قوافی کا لانا جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس میں تھوڑی سی غلط فہمی ہے۔ کل حروف قافیہ کی تعریف علم قوافی میں درج ہے۔ چنانچہ حرف قید کی تعریف یہ ہے۔

"حرف روی سے قبل بلاواسطہ جو حرف واقع ہو مگر حرف مدہ سے نہ ہو تو وہ حرف قید ہے،
جیسے رزم۔ بزم میں (ز) درد۔ فرد میں (ر)"۔ غور فرمائیے یہ تعریف ان قوافی
کے حرف دال پر کہاں صادق آتی ہے۔ دال کی تکرار محض اتفاقی ہے۔ چونکہ ان کے
مصادر خریدن اور برداشتن کی ساخت میں یہ حرف شامل ہے۔ لہٰذا ان صیغوں
میں بھی آگیا۔ ان قوافی میں اس حرف کے تکرار کو حرف قید کی تکرار سمجھنا درست نہیں
دال کی جگہ روی کے پیشتر چاہے جو حرف آئے قافیہ ناجائز نہ ہوگا۔

امیدوارِ دعا
جگر خستہ و کمر شکستہ
صفی عفی عنہٗ

رباعی

حبّ الوطن از ملک سلیماں خوش تر
خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوش تر
یوسف کہ بہ مصر بادشاہی می کرد
می گفت گدا بودنِ کنعاں خوش تر

اس رباعی کا مفہوم درحقیقت حُبِّ وطن کی تعریف ہے اور شاعر نے حُبِّ وطن اور حُبِّ جاہ و اقتدار کا تقابل کر کے حُبِّ وطن کو ترجیح دی ہے اور اس کی تائید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا مقولہ پیش کیا ہے۔ جو دوسرے شعر میں ہے۔ حُبّ الوطن کی جگہ حُبّ الوطن کا ملک سلیماں سے تقابل بالکل عزت افزائی ہے۔ اس لیے کہ جُب عربی میں اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں آب کثیر ہو۔ حُبّ الوطن اور جُبّ الوطن چونکہ ہم وزن ہیں اس لیے مصرع اول دونوں لفظوں سے موزوں رہے گا۔ مگر معنوی کوئی خوبی پیدا نہ ہوگی۔ لہٰذا میری رائے میں حُبّ الوطن ہی اس مقام پر ہونا چاہیئے۔ المرقوم ۲۷ جون ۱۹۷۹ء

خیر اندیش
صفی عفی عنہ

غزل

پالیا جو پانا تھا کیا بتائیں کیا پایا ‏ نقد نا روا پایا بخت نارسا پایا
موسم جنوں نے کا نبض سے پتہ پایا ‏ خونِ تازہ رگ رگ میں آج دوڑتا پایا
دلربا نے دل پایا دل نے دلربا پایا ‏ کھو کے دل یہ خوش ہیں ہم جیسے کچھ پڑا پایا
ضبط کی کوئی حد ہے انتہا تحمل کی ‏ غم نے دل کو جب چھیڑا ساز بے صدا پایا
تم سے ہم نہ کہتے تھے کیوں وہی ہوا آخر ‏ توڑ کر کسی کا دل یہ بتا دُکیا پایا
بس نہ چل سکا کچھ بھی زور ناتوانی سے ‏ پھر ابھرنے کیا دیتا غم نے جب دبا پایا
باز آئے جینے سے جب یہ تلخ کامی ہے ‏ زندگی پہ مرتے تھے اس میں کیا مزا پایا
شامِ ہجر آتے تھا کیا ہوا خدا جانے ‏ دم رکا ہوا دیکھا دل بجھا ہوا پایا

ڈھونڈتے صفیؔ کل تھے گم کئے ہوئے دل کو
کہیے کچھ خبر پائی کہیے کچھ پتا پایا؟

عزیز محترم۔ سلام مسنون و دعائے مخلصانہ۔ خط ملا مسلسل بیمار رہتا ہوں۔ نوے کے قریب عمر ہے۔ گذشتہ ستمبر میں جوان سال عزیز زند کا داغ اُٹھا چکا ہوں۔ آج کل آگ برس رہی ہے۔ میرے قوٰی نے جواب دے چکے ہیں۔ اب شدائد موسم کی برداشت نہیں کر سکتا محض آپ کی خاطر سے چند شعر لکھے بھیجتا ہوں۔ زیادہ دعا۔

خیر اندیش

صفی عفی عنہ

نوٹ :۔ مندرجہ بالا خط میں کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ لیکن صفی لکھنوی نے اپنا جو دیوان مرتب کرایا تھا۔ اس میں مندرجہ بالا غزل کی تاریخ تصنیف سنہ ۱۹۱۳ء لکھی گئی ہے۔ اس لئے یہ خط جنوری سنہ ۱۹۱۳ء یا اس کے بعد ہی کا ہو سکتا ہے۔ اس سے

مکتوب جعفر عباس بنام مولانا صفی لکھنوی

مورخہ ۲۹ر نومبر ۱۹۲۲ء

مسلمان ہوسٹل۔ الہ آباد یونیورسٹی

آدام اللہ وجودکم الشریف۔ تسلیم و نیاز۔ والا نامہ حضور کئی روز ہوئے پہونچا اس بحث کا جو یہاں ہورہی تھی فیصلہ ہوگیا۔ وہ یہ بات تھی کہ کچھ حضرات نے مشاعرے ہی میں جب غزل پڑھیں وہیں ان کو لکھ لیا گیا۔ وہ ان سب کے پاس یہ مطلع اس طرح لکھا ہوا تھا۔ ؎

روشنی ہے کچھ سر منزل مگر وہ دور ہے　　ورنہ چل کر دیکھتے ہم بھی کہاں تک دور ہے

ان میں سے کچھ لوگ اس کا مطلب مجھ سے پوچھنے آئے۔ میں نے شعر کو دیکھ کر خیال لیا کہ قافیہ غلط لکھا گیا ہے اور ان سے کہا کہ یہاں "طور" ہے "دور" نہیں۔ ان سب نے مختلف تحریریں دکھائیں تو فی الحقیقت مجھے پریشانی ہوئی۔ ادھر ایطائے جلی کا خیال اور ادھر حضور کی استعدادِ فن پر نظر۔ غور کرتے کرتے یہ سمجھ میں آیا کہ شاید دونوں مصرعوں میں "دور" ایک معنی نہیں رکھتا۔ ایک جگہ بمعنی "بعدِ مسافت" اور دوسرے مصرعے میں "پھیلنا" استعمال ہوا ہے اس صورت میں قافیہ روا رکھا گیا۔ اور قواعد کے مطابق یہ جائز بھی ہے۔ اس صورت میں میں نے اس کے معنے ان کو یہ بتائے کہ منزل پر روشنی ضرور ہو رہی ہے لیکن وہ بہت دور ہے ورنہ ہم بھی چل کر دیکھتے کہ آخر کہاں تک وہ روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اس صورت میں مطلع بالکل بدل گیا اور بدلنا کیا بہت تنگ معنی رہ گئے۔ کیونکہ حقیقت پسند لوگ تو اس کا یقین نہیں

کر سکتے۔ اس واسطے کہ اُن کے عقیدے کے مطابق تمام جہاں میں روشنی ایزدی موجود ہے۔ خیر اس طرح ان لوگوں کو چُپ کر دینا مقصود تھا۔ اور وہ خوشی خوشی تعریف کرتے ہوئے چلے گئے۔ مگر مجھ کو بہت پریشانی ہوئی۔ اسی روز شام کے وقت بھائی عباس صاحب کے ساتھ کہیں گیا تھا۔ لوٹتے ہوئے اُن سے یہ ذکر کیا۔ انھوں نے کہا کہ دوسرے مصرعہ میں "دور" نہیں بلکہ "طور" ہے۔ اور بجنسہٖ جو مطلب حضور نے تحریر فرمایا ہے بیان کیا۔ البتہ منزل کی تشریح میں جو آں جناب کے معانی نے لطف پیدا کر دیا ہے وہ وہاں نہ تھا۔ لیکن خاص باتیں ایک تھیں۔ اور فی الحقیقت یہی ہے بھی۔ چونکہ آپ دو اقوال میرے پاس ہوئے تھے۔ لہٰذا حضور سے دریافت کرنا مناسب سمجھا تاکہ اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جائے۔

حضور نے جو ہم سب کے خیالات دریافت فرمائے ہیں بھلا ہم اس قابل کہاں کہ حضور کے بعد لب کشائی کی جرأت کر سکیں۔ جو معنی لکھے گئے ہیں۔ اُن میں کسی بات کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کا خیال ہوا کہ اے کاش اس طرح اور ایسے ہی استاد سے دیوانِ حافظ پڑھتے۔ ایک ہماری یونیورسٹی۔ بلکہ یہی کیا سب ایسی ان علوم سے لاپرواہ ہیں کہ ان کے پڑھانے کو یہ ایسے آدمیوں کو تلاش کرتی ہیں کہ وہ یا تو ایم۔ اے ہو۔ یا ڈاکٹر آف لٹریچر ہو۔ بالفاظ دیگر قاعدہ بغدادی پڑھا سکتا ہو یا اردو کی پہلی کتاب۔ ان سب بالوں نے جو حالت ان علوم کی کر دی ہے قابلِ رحم ہے۔ یہ اگر بالکل گم ہو جاتے تو اچھا تھا بجائے اس کے اس جاں کنی کی حالت میں زندہ ہیں۔

اس شعر کے مطالب کی خوبی کیا بیان ہو۔ عجب عجب معانی پیدا ہوتے ہیں

اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ روح اگر روحانیت کی طرف متوجہ کیا جائے
تو بہت جلد اپنے مقصدِ اصلی پر لوٹ سکتی ہے کیونکہ یہ اس قدر قربت پسند واقع
ہوئی ہے کہ جسم اس کے لئے ایک غیر جنس ہے لیکن یہ اس سے اس قدر جلد محبت قبول
کر لیتی ہے کہ کسی حصہ جسم میں تکلیف ہو روح پہلے بے چین ہو جاتی ہے۔ پس
ایسی چیز کو اگر اس کے ہم جنس کی طرف راغب کیا جائے تو اس سے بھی زیادہ جلدی
روحانیت سے تعلق پیدا کر لیتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ ہوتا ہے کہ ہم روحانیت کا
خیال ہی نہیں کرتے پس جسم کی بدولت، وہ بھی چونکہ ہماری تابع ہے اور ہم
جسم کی بہبودی میں کوشاں ہیں۔ اس کی متابعت کر لیتی ہے۔ ابوالفضل نے "آئین
اکبری" میں "دلاویز گفتار شاہنشاہی" کے زیر عنوان اس کو نہایت صاف
لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے "می فرمودند ہر چیز را خاصیتے است۔ از جدائی درد
و دل را از یکتنی ناگزیر و خود را تندرست داری یکے بر بندد و اساس غم و
شادی بر آں نہند۔ و ہر کہ از دوستی استادگی دل از ہمہ وا پردازد دیا۔ محبت کہ
بیچوں بود پے برد آید" دل کو روح قرار دیا جائے۔ اور "از ہمہ" از ہمہ عالم
احسام مراد لی جائے۔ تو معنی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے کچھ آگے پھر نہایت
صاف طور سے لکھتا ہے کہ

"می فرمودند ہرگاہ معنوی پیوند مجرد و مادی چنیں استوار باشد۔ پیوستگی
نفس ناطقہ را با روح کہ تواند گرفت"

اس سے جو میں کہنا چاہتا ہوں صاف ظاہر ہے۔ اور یہ محض علمائے مشرق کا ہی
فلسفہ نہیں بلکہ مغربی عقلا کو بھی اس سے اتفاق ہے کہ SPRITUALITY OF SOUL

سے لگانا چاہئے نہ کہ OUTWARD FORMS OF NATURE سے۔ پس اب ہم نے ان بنیادوں پر حضور کے شعر کو زیادہ جنرل General بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ لوگ بھی جو یہ سب نہیں سمجھتے کہ طور پر کیسے روشنی ہوئی تھی اور کیوں ہوئی تھی۔ وہ بھی اس سے اس قدر محظوظ ہو لیں جتنے وہ لوگ جو حضرت موسیٰؑ کو ایک نبی سمجھتے ہیں اور کلیم اللہ کہتے ہیں۔ سب لوگ اس کا یقین کرتے ہیں کہ تمام عالم میں ہر چیز میں نورِ ایزدی جلوہ گر ہے۔ کسی ایک چیز کی یہاں تک کہ ایک تنکے کی حقیقت معلوم کر لو اور تم اہلِ معرفت ہو جاؤ گے۔ میں نے ایک فارسی شعر میں اس کو کئی سال ہوئے لکھا تھا۔ ع

می زنی بانگ زہر سوئے آگاہی ما — از ہمیں است کہ لازم شدہ گمراہی ما

کل موجودات عالم زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ہماری طرف آؤ اور پھر تم حقیقت کو جان جاؤ گے۔ پس جائیں تو کدھر جائیں۔ نتیجہ یہی ہوا کہ کہیں نہیں جاتے اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ پس اہلِ ہوش یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم نے مانا کہ عالم اجسام کے ذریعہ سے بھی معرفت کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے لیکن بہت دنوں میں کیونکہ روح کو اس کے غیر جنسوں کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور پھر کل کام کیا جاتا ہے۔ یعنی اشیاء کی حقیقت معلوم کی جائے جو ایک معمولی کام نہیں۔ تو اس سے یہ بہتر ہے کہ روح کو پہلے سے روحانیت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اور چونکہ ہم جنس ہے یہ بہت جلد اس کو پہچان لے گا۔

"روشنی ..... طور" ..... طور کو عالم اجسام کا Representative (نمائندہ) قرار دیا جائے۔ روشنی ذات ایزدی کی عالم اجسام کے ہر ذرہ میں موجود

ہے ہی۔ پس طور میں بھی ہے۔ تو اب اس کو یوں کہا جائے کہ گو ذات ایزدی کا نور ہر چیز میں جلوہ گر ہے۔ اور ہر چیز اسی کی طرف اسی کی طرف یعنی ذات ایزدی کی طرف لے جا رہی ہے۔ لیکن چونکہ ہمیں بقول ابو الفضل ایک آسان راستہ مل رہا ہے تو ہم کیوں اس بڑے مرحلہ کو طے کریں ایک سیدھی سڑک ہی کیوں نہ جائیں کہ چیر کھا کر نہ پہونچیں۔ پس ہم عالم اجسام کے طرف رخ ہی نہیں کرتے تو Spirituality (روحانیت) کی طرف مائل ہیں۔ کیونکہ یہی آسان راستہ ہے۔ بس یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے۔ اور یقین ہے کہ حضور بھی پسند فرمائیں گے۔ اس صورت میں یہ خوبی بڑھ گئی ہے کہ اب خواہ ایک دہریہ بھی ہو۔ وہ بھی اس کے پھندے سے جا نہیں سکتا اور یہ نہیں کہ یہ کچھ حاشیہ چڑھاتا ہے۔ اس شعر میں یہی معنے نکل رہے ہیں۔ لفظ ہی اس خوبی سے رکھے گئے ہیں کہ یہ معنی ان سے ملتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب طور عالم اجسام کیوں متصور کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو عربی علم عروض میں اور نہ فارسی میں کہ کیونکہ یہ دونوں قریب قریب ایک ہی ہیں۔ یہ صفت موجود نہیں لیکن انگریزی میں یہ ایک خاص صفت ہے اور اس کی بہت تعریف ہے کہ "جز" کہکر "کل" مراد لیں۔ اسی کا نام Figure of Metonymy ہے اور Lines words جو انگریزی کا بہت بڑا شاعر تھا اس کی یہ (سطریں) اسی وجہ سے مشہور ہیں۔

.... altar, SWORD AND PEN
FIRESIDE, THE HEROIC WEALTH OF HALL AND
BOWER HAVE FORFEITED THEIR ENGLISH —

DOVER OF INWARD HAPPINESS -

مطلب اس کنایہ سے کہ اب لندن کی یہ حالت ہے کہ پادری، فوج، علما، خاندانی امرا، عورتیں - مرد - دونوں اس اندرونی خوشی کو کھو چکے جو زمانہ قدیم سے ان کے دلوں میں تھی - اور انگریزوں کی خاص صفت تھی - لیکن وہ ایک ایک جزو کو کل کے معنی میں لے کر لکھتا ہے - یعنی al tar کے معنی اس منبر کے ہیں جو گرجا میں قربان گاہ ہوتی ہے - لیکن وہ اس کل سے گرجا مراد لیتا ہے - اور کل گرجا کے متعلقین مراد لیتا ہے - Pen قلم کو کہتے ہیں - لیکن وہ منشی کے لئے لاتا ہے اور کل اہل قلم اور علما اس سے مراد ہے - Fireside گھر کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کھانا پکے - لیکن وہ اس سے خاندان مراد لیتا ہے Rich nobility (مخصوص حضرات) - اسی طرح Heroic wealth سے مراد لیتا ہے اور اس کی قسمیں دکھاتا ہے - کہ ہال Hall کی اور Bower کی - Hall وہ جگہ ہوتی ہے جس میں مرد بیٹھتے ہیں - جسے ہم دیوان خانہ کہیں گے پس وہ Hall سے مرد مراد لیتا ہے اور Bower وہ جگہ جس میں عورتیں رہتی ہیں - اس کو ہم محل سرا کہتے ہیں - اس سے وہ عورتیں مراد لیتا ہے - تو طور سے ہم نے اگر عالم اجسام مراد لیا تو کیا بے جا کیا - بلکہ یہ محاسنات سخن میں سے ہے - جیسے کہیں کہ کوئی آنکھ نہیں تھی کہ نہ روئی ہو - مراد یہ کہ سب آدمی رو دیئے -

بھائی علی عباس صاحب واصغر عباس سلام دنیاز عرض کرتے ہیں - حضور کے والا نامہ کو سب نے پڑھا اور بہت خوش ہوئے - میں نے اس کو بحفاظت رکھا ہے - اور اکثر پڑھ لیتا ہوں - واللہ یہ بڑی خوش نصیبی ہے

کہ ہم عریضہ لکھیں اور آپ اُس کا جواب دے دیں۔ جو کچھ حضور کے ساتھ پچھلے دنوں گزرا وہ ہمیں زندگی میں یاد رہے گا۔ خدا کرے کہ اکثر ہم کو حضور کے قدم میں بیٹھنے کا فخر حاصل ہوتا رہے۔ اور ہماری بستی میں یہ خاص واقعات عام ہو جائیں۔

مجھ کو اور میرے سب بھائیوں کو یہ ذوق خدا کی طرف سے ملا ہے کہ علوم مشرقی کی تحصیل اپنے اوپر فرض سمجھے ہوئے ہیں۔ ورنہ آج کل کے طلبا میں یہ شوق بہت کم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہم خود اپنے کالج میں دیکھتے ہیں کہ کوئی نہیں۔ یہاں تک کہ جو معلم ہیں وہ بس ضابطہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ اب کالج کا وقت قریب ہے۔ ختم کرتا ہوں۔ بخدمت جناب ظریف صاحب دست بستہ آداب پہونچے۔ والسلام مع الاکرام۔

مطلب جو میں نے پڑھا یا ہے اُس کی صحت سے براہ عنایت مطلع فرمائیے۔

احقر الناس۔ راقم
جعفر عباس
عفی عنہ۔

مکتوب مسعود علی وارثی بنام مولانا صفی لکھنوی

بھوپال

۲۶ر فروری ۱۹۲۴ء

محترمی

دست لیمۃ سلام مسنون

گذشتہ جمعرات کو ایک صاحب میں جناب اثر نے مجھ سے حضور والا کی یاد آوری کا تذکرہ کیا۔ میں بے حد شرمندہ ہوں۔ بلکہ سخت نادم تو جناب تواپنی بزرگانہ شفقت مجھ پر اس قدر مبذول فرماتے ہیں۔ اور میں ایسا نااہل اور بدبخت ہوں کہ بغیر غزل کے جناب والا کی خدمت اقدس میں کوئی عریضہ ارسال ہی نہیں کرتا۔ مجھے امید ہے کہ جناب مجھ عفو فرمائیں گے۔

اثر صاحب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحب زادہ صاحب نصیب دشمناں کچھ علیل ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کی فکروں کو اپنے حبیبؐ پاک کے طفیل میں دور فرمائے جملہ متعلقین کو خوش و خرم رکھے۔ آمین ثم آمین

میں بھی امسال اس قدر زیادہ پریشان رہا ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ جل شانہٗ کا ہر حالت میں شکر ہے۔ صحت نے جواب دے دیا ہے اور کام کا بار د بہجوم ضرورت سے زیادہ ہے۔

مزاج کی کیفیت اور حالات سے مشرف فرمایئے۔ فقط

جناب بھائی ظریف کی خدمت میں تسلیم حلقہ بگوش مسعود علی وارثی

مکتوب صدق جائسی بنام مولانا صفی لکھنوی

از حیات افزا۔ بھوپال
۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۴ء

حضرت استادی مدظلہ العالی
آداب و کورنش

نواب محسن الملک جنرل عبید اللہ خاں صاحب فردوس مکان (سرکار عالیہ دام اقبالہا کے منجھلے صاحبزادے مرحوم و مغفور) کی یادگار میں میرے مکرم دوست حامد سعید خاں صاحب نے بھوپال سے ایک رسالہ "محسن الملک" کے نام سے نکالا ہے۔ اس رسالے کے دو نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ تیسرا مطبع میں ہے۔ حامد سعید خاں صاحب کچھ بوجہ اپنی گمنامی کچھ بہ سبب ناتجربہ کاری ملک کے مشہور نامہ نگاروں سے مضمون حاصل نہیں کر سکے اور دو ہی مہینے کے اندر اس قدر عاجز ہوئے کہ پرچہ سے دست بردار ہونے پر تیار ہو گئے۔ میں نے اس معاملہ میں ان کا ہاتھ بٹانے کا وعدہ کر کے پھر ان کو حوصلہ دلایا ہے۔ اور ان کے اصرار پر رسالہ مذکور کی ایڈیٹری منظور کر لی ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر نمبر میری زیر ادارت شائع ہوگا۔

اور اس نمبر کی ترتیب بھی میرے اہتمام سے ہوگی۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد حرف مطلب اختصار و اجمال کے ساتھ بایں الفاظ بیان کر دینے میں کوئی تامل نہیں رہا کہ شاگرد جس رسالہ کا ایڈیٹر ہو جائے سیرت

ہے کہ وہی رسالہ استاد کے کلام فصاحت التیام سے محروم رہے

براہ کرم و اشفاق بزرگانہ چھٹن صاحب سے اس غزل کی نقل کروا کر جس کا ایک مصرعہ یہ ہے ع

درق گردانی شرح تمنا دیکھتے جاؤ

میرے پاس فوراً بلا تاخیر بھجوا دیجئے۔ میں نے یہ عریضہ بحیثیت ایڈیٹر نہیں لکھا بلکہ بحیثیت شاگرد لکھا ہے۔ اس وجہ سے غزل اس بے تکلفی سے طلب کی ہے۔ امید ہے کہ حضور والا میری گزارش پر خاص توجہ مبذول فرما کر رسالے کی سرپرستی کیلئے تیار ہو جائیں گے۔

جناب خان بہادر سید محمد ہادی بخیر و عافیت ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ چھٹن صاحب سے میری تسلیم کہہ دیجیے گا۔ امید ہے کہ وہ اس قدر زحمت میرے لئے گوارہ فرمائیں گے۔ نومبر نمبر انشاء اللہ بغرض ملاحظہ حاضر خدمت کیا جائے گا۔ جس کو حامد صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

پتہ۔ مرزا اصدق حسین صدیقی۔ ایڈیٹر
رسالہ حسن الملک۔ کوٹھی حیات افزا
بھوپال اسٹیٹ

کمترین خادمان
صدیق

مکتوب صدق جائسی بنام مولانا صفی لکھنوی

از حیات افزا۔ بھوپال
۲ر نومبر ۱۹۲۴ء

حضرت استادی مدظلہ العالی
آداب وکورنش

گرامی نامہ مورخہ ۲۵ اکتوبر سے مع غزل شرف صدور لاکر عزت افزائی کا باعث ہوا۔ شکریہ عنایت بزرگانہ کس زبان سے ادا کروں۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں ۲۱ اکتوبر سے ملیریا میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لرزے کے ساتھ تپ آتی تھی۔ اور بہت شدید آتی تھی۔ دس روز تک بے آب ودانہ بستر مرض پر پڑا رہا جس سے بہت کمزور و ناتوان ہو گیا ہوں۔ اس زمانے میں دیوان رادھے ناتھ صاحب رئیس لاہور المتخلص بہ "گلشن" نے اپنے مشاعرے کے لئے مارے تقاضوں کے ناک میں دم کر دیا۔ ان کا گلدستہ نومبر کے پہلے ہفتہ میں بغرض طباعت پریس میں دے دیا جائے گا بھوڑا میں نے اسی حال میں سرسری فکر سے غزل کہی ہے جو بغرض اصلاح حاضر خدمت والا کی جاتی ہے۔

حضور والا کے اشفاق بزرگانہ پر بھروسہ کر کے امیدوار ہوں کہ ان اشعار میں سے ہر شعر کو پست سے بلند اور بلند کو بلند تر فرما دیجئے۔ اور اس غزل کو خاص توجہ اور فکر سے ملاحظہ فرمائیے۔ اس لئے کہ گلدستہ میں شائع ہوگی غزل بطرز فارسی لکھی گئی ہے۔ کفتم کی جگہ کہا میں نے۔ اور گفتا کی جگہ صرف "کہا" سے کام لیا گیا ہے۔ اس التزام کو اصلاح میں بھی ملحوظ رکھئے گا۔

مطلع کے مصرعہ ثانی میں کوئی جدت اور تازگی نہیں پیدا کر سکا اگر ممکن ہو تو مطلع تبدیل فرما دیجئے۔ مگر حضور کے قلم سے نیا مطلع نکلے تو پھر مطلع آفتاب ہی ہو۔

یہ امر حضور پر روشن ہے کہ میں بہت کم شعر کہتا ہوں اور حضور کو اصلاح کی تکلیف بہت کم دیتا ہوں۔ اس لئے سال چھ مہینے کے بعد کوئی غزل پیش کروں تو خاص توجہ کا مستحق ہوں۔

بکمال ادب یہ بھی عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ اس غزل کی واپسی بھی ایک ہی دو دن کے بعد ہونی چاہیئے۔ اس لئے کہ دیوان صاحب کا گلدستہ صرف اسی غزل کے انتظار میں رکا ہوا ہے۔ تاکہ ۸ نومبر تک میری اصلاحی غزل دیوان صاحب کے پاس بغرض طباعت پہونچ سکے۔ ارکا ٹکٹ بھی اسی خیال سے رکھ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ وقت پر ٹکٹ موجود نہ ہو۔ اور دو چار گھنٹے کی تاخیر ٹکٹ کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہو جائے۔ حفیظ صاحب

کی عنایت کا خاص طور سے شکرگذار ہوں۔ ان سے میری تسلیم کہدیجیے گا۔ خان بہادر صاحب سلامِ شوق عرض کرتے ہیں۔

خادمِ قدیم
صدیق

مکتوب اظہر حسین بنام مولانا صفیؔ لکھنوی

فیض آباد

۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۲۴ء

جناب معظم استادی مولانا دام مجدکم العالی

آداب و تسلیمات قبول باد

پوسٹ کارڈ جس میں مصرع جناب نے تحریر فرمائے ہیں پہونچا ان مصرعوں کو بغرض انتخاب جناب سید محمد ہادی صاحب کے خدمت میں بھوپال بھیج دیا۔ جو مصرعہ منتخب کیا جائے گا وہ تقسیم ہوگا۔ جناب کو بھی اطلاع دوں گا۔ جو سوحان روح میرے لئے آپ کی تحریر نے پیدا کر دیا ہے۔ وہ میرے لئے ایک مصیبت عظیم ہے۔ یہ سوحان روح کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جسے آپ دیکھ سکیں یا اور دیکھ سکے۔ اس کا تعلق میرے دل و دماغ سے ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے خاندان کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جو آپ کو اس محفل میں یا کسی موقع پر شاعر سمجھ کر مدعو کرتا ہو۔ اور آپ کی عزت یا توقیر محض اس شاعری کی وجہ سے کرتا ہو۔ بلکہ ایک قدیم تعلق دلی جو یگانگت کی حد تک ایک مدت ہوئی پہونچ چکا ہے۔ اس سے آپ کی یا آپکے کسی بھائی یا بچوں کی عزت و توقیر ہم لوگوں کی نظروں میں ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ مقبول میاں یا کسی صاحبزادہ جناب میں کوئی خاص قابلیت تصنیف نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے میں مقبول میاں یا

کسی صاحبزادہ کے شرکت کی آرزو رکھتا ہوں ۔ حاشا بہ کسی کا خیال نہیں ہے
مقبول میاں وغیرہ کو ایک مدت دراز کے بعد ہم لوگو لئے جانا
مگر چونکہ تپاک اور برتاؤ ہم لوگوں کا آپ کے ساتھ شروع سے رہا ہے آپکے
بھائی بھول سے ہے ۔ اور کبھی آپ نے فرق یا امتیازی حالت ہم لوگوں کی طرف
سے آتی نہ پائی ہوگی ۔ آپ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور میں نے اسی وقت
اطمینان کر دیا کہ آپکی موجودگی محفل میں گویا بڑے بھائی صاحب قبلہ کی
موجودگی ہے ۔ رہا یہ کہ آپ سا فرد منتخب ہندوستان اس موقع پر اپنی ۔
تصنیف نہ پڑھے ۔ آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ یہ میری ذلت اور رسوائی کا
باعث ہے یا نہیں ۔ میاں محشر کا قصہ آپ کو معلوم ہے آگے پیچھے کا جھگڑا
اٹھ سے میں نے لگا دیا میں نے صاف کہہ دیا کہ خدا صفی کو زندہ و سالم رکھے
میرے یہاں کی محفل میں صفی کی موجودگی میں کسی فرشتہ کو حق نہیں ہے کہ وہ ان
کے بعد پڑھے ۔ انسان کیا چیز ہے ۔ بادی سا مقتدر ضلع کا حاکم جب اس کے
لئے مناسب نہ سمجھا تو سی اور نائی دھوبی کی میری نظروں میں کیا
وقعت ہو سکتی ہے چنانچہ محشر نے اسی سے اپنی شرکت ترک کر دی ۔ ایک
صاحب اور ہیں جن کا تخلص اس وقت بھولتا ہوں ۔ ہاں ثاقب بڑے شاعر
غزل لائے ۔ میں نے ان کی بھی پرواہ نہ کی ۔ اگر یہ سب واقعات آپکے نزدیک
آپ کی اہانت کے کہے جا سکتے ہوں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی بد قسمت نہیں ۔ زبانی
نہیں نظم میں مجمع میں اپنا خیال ظاہر کر چکا ہوں ۔ چنانچہ چند اشعار بہ نظر
اس کے کہ آپ کو واقعات یاد آجائیں ۔ تحریر کرتا ہوں ــــــــــ

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہاں فیض آباد کے خیالات مجھے معلوم ہوئے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ میرے سامنے کوئی واقعہ ایسا نہیں آیا اور نہ میرے علم میں ہے اگر آپ کے لیے کوئی بدتمیزی کا کوئی لفظ نکلا تھا اور میں سن کر چپ رہتا تب اس کا موقع تھا کہ آپ جو کچھ چاہتے فرماتے۔ حضرات لکھنؤ نے ایک مضمون حبیب حسین صاحب ایڈیٹر ہمدم کے پاس بھیجا۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میں مولانا سے ملا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ خاموشی بہتر ہے۔ غالباً آپ کو یہ معلوم ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو حبیب سے پوچھ لیجئے۔ میں نے ان نظموں کے جواب میں قریب دس بارہ صفحہ لکھ ڈالے اور چاہا کہ پوری کرکے اسے آپ کو دکھا کر طبع کرادوں یہ جواب آپ کا آیا۔ میں نے سکوت کیا

حضور والا یہ نظم سیدھے ہیں نے ان دو نظموں کے جواب میں جو میرے پاس ذاخرو فاخر کی آئی تھیں کہہ ڈالیں ایک خط بھی لکھا اور حبیب حسین صاحب ایڈیٹر کے پاس بھیجا کہ ”ہمدم“ میں شائع کردیں۔ مگر ان کا جواب آیا کہ وہ آپ سے ملے اور آپ نے ممانعت فرمائی کہ مضمون نہ شائع کیا جائے میں چپ ہو رہا۔ اب فرمائیے کہ ان کو میرے خاندان سے کوئی خدانخواستہ امر شکایت پیدا ہو تو میں موجود ہوں ہمارا قصور۔

خدا کا واسطہ کہ آپ اپنے تحریری وعدہ کا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اور جن میں آپ کے دستخط ہیں، لحاظ فرمایئے "در آنجہ جب تک تو زندہ ہے

تیرہ رجب کی محفل میں تیری شریک ہوؤنگا اور پڑھونگا"

آپ خوب واقف ہیں کہ صرف خدام کی وجہ سے یہ محفل میں نے

فیض آباد میں قائم کردی ورنہ بڑے بھائی کہا کرتے تھے کہ وہ جو پنوریں کر دیا

کرتے۔ مجھے ایسا ضرور ہے کہ ایک دنیا کا بار احسان اٹھاتا اور سب کو زحمت

دیتا۔ عقیدہ کی بات تھی محفل ہو جاتی۔ کیا فائدہ کہ روپیہ صرف کر کے

اپنے راحت و آرام اور احباب کو زحمت میں ڈالتا۔ للہ علی کا واسطہ، اپنے

بچوں کا صدقہ، اپنا صدقہ، حسب وعدہ خود میری زندگی تک نباہ دیجیے۔ لڑکوں کا

نہ ہی ذمہ دار ہوں اور نہ ہی امید اس کی ہے کہ وہ اسے قائم رکھ سکیں گے لیکن

کوئی دکھ نہیں پڑتا۔ رہا اس زحمت اور تکلیف کا معاوضہ

از دست مد ائے ماند ہیچ   جز آنکہ تصدق دل دعائی کند

مولا آپ کی مدد کریں اور یقیناً آپ مداح اہلبیت ہیں

مصرع طرح جو منتخب ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مولا آپ کے نور نے مجھ کو روشن کر دیا

قافیہ کر۔ روشن۔ دیا

آپ کا ۔۔۔ اظہر

مکتوب محمد اعزاز عالم بنام مولانا صفیؔ لکھنوی

بدایوں۔ سید باڑہ
۲۳ جنوری ۱۹۲۵ء

مکرم بندہ زاد لطفکم

تسلیم عرض۔ قصیدہ بعد تصحیح مناسب مجھ کو ملا۔ آپ کی تکلی
وزحمت آوری کا از حد ممنون و مشکور ہوں۔ خدا آپ کو اس کا اجر جمیل عطا کر
گا۔ حقیقتاً آپ نے اس عمدگی سے صحت کی ہے کہ نفس مضمون میرا قائم رہا اور جو
شعرگوئی تھا وہ رفع ہو گیا۔ میں تو کوئی شاعر ہونے کا دعویٰ کرتا ہی نہیں ہوں
محض خلوص قلب در عقیدت امام علیہ السلام باعث قصیدہ لکھنے کا ہوا آپ نے
صحت کر کے اس ثواب میں حصہ لیا۔ خدا مبارک کرے۔

اگر جناب کو کسی وقت کوئی کار لائقہ راقم کو معزز کرنے کا موقع ملے تو میری بس خوش
خدا آپ کو تادیر قائم رکھے کہ آپ کی ذات سے شیعوں کو فخر ہے حقیقۃً
میں ہمارے فرقہ میں بلکہ اردو شعرا میں بہت کم آپ کے پایہ کے اس وقت
موجود ہیں۔

خیر اندیش

محمد اعزاز عالم
ہیڈ ماسٹر

مکتوب صدق جائسی بنام مولانا صفی لکھنوی

از حیات افزا - بھوپال

۹ مارچ ۱۹۲۵ء

قبلہ و کعبہ مدظلہ العالی

آداب و کورنش

ایک عرصہ سے شرف قدم بوسی حاصل کرنے کا موقع نہ مجھے ملا ہے نہ آپ سے اور جناب خان بہادر سید محمد ہادی صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ بمبئی سے معاودت فرماتے وقت، آپ دو تین دن کے لئے حیات افزا میں ہی قیام فرماتے۔ اس طرح پر میری آرزو بھی بر آتی اور جناب ممدوح کا اشتیاق بھی پورا ہو جاتا۔ بلکہ جناب خان بہادر سید محمد ہادی صاحب کا منشا تو یہ ہے کہ آپ کے اس دو تین دن کے قیام میں بھوپال میں ایک مشاعرہ بھی ہو جاتا۔ اور بہت سے تشنگان کلام فصاحت التیام آپ کا پڑھنا بھی سن لیتے۔

اس خیال سے کہ آپ کو یہاں کے قیام میں فکر سخن کی زحمت نہ دی جائے خان بہادر نے یہ طے فرمایا ہے کہ مصرعہ طرح کوئی آپ ہی تجویز

فرما دیجیے، اور ایسا مصرعہ منتخب فرما دیجیے جس میں آپ کی غزل موجود ہو۔
ہم لوگ سرسری فکر کر لیں گے۔ مطلب تو آپ کو سننے سے ہے پیش خوانی
میں کیسا ہی کلام پڑھ دیا جائے۔
امید ہے کہ آپ اس دعوت کو رد نہ فرمائیں گے سید صاحب موصوف
آپ کے لئے چشم براہ ہیں۔ اور میں تو فرط شوق سے ہمہ تن انتظار بن گیا ہوں۔
عریضہ میر واجد علی صاحب قبلہ کے توسط سے بھیجا جا رہا ہے تاکہ وقت پر
پہونچ جائے۔ رسید خط اور مصرعہ طرح سے فوراً معزز و مسرور فرمائیے۔

کمترین خادمان
صدق

مکتوب صدق جائسی بنام مولانا صفی لکھنوی

ازحیات افزا - بھوپال
۱۱ر مئی ۱۹۲۵ء

حضرت استادی مدظلہ العالی
آداب و کورنش

آج ایک مدت کے بعد اس عریضہ کے ذریعہ سے خیر و عافیت مزاج عالی دریافت کر رہا ہوں۔ امید تھی کہ سفر بمبئی کے سلسلہ میں بوقت واپسی میری درخواست پر لحاظ فرماکر حضور والا ایک دو روز کے لئے بھوپال میں ضرور قیام فرمائیں گے۔ مگر نہ معلوم کن وجوہ سے ہم لوگوں کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائی۔ میں دو دن برابر ایکسپریس ٹرین کے وقت موٹر لیکر اسٹیشن پر حاضر ہوا۔ لیکن حضور کو نہ پاکر ناکام واپس ہوا۔ جناب خان بہادر سید محمد ہادی صاحب کو آپ سے نہ ملنے کا بہت افسوس ہے۔ ان کا اشتیاق، میرے شوق سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس عریضہ کے ساتھ ایک غزل کے چند اشعار بغرض اصلاح ارسال خدمت والا کئے جاتے ہیں یہ غزل یہاں کے مشاعرہ میں پڑھی تھی اشعار سست بہت ہیں۔ مگر زمین ہی

کچھ ایسی تھی جس میں باوجود کوشش خاطر خواہ شعر نہیں نکلے۔ امید ہے کہ بعد ملاحظہ و اصلاح غزل واپس فرما کر مجھے استفادہ حاصل کرنے کا موقع بہت جلد مرحمت فرمائیے گا۔ واپسی کے لئے ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔ جناب خان بہادر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔
حسینؔ صاحب کی خدمت میں تسلیم ۔ زیادہ حد ادب۔

کمترین خادمان
صدق

مکتوب صدق جائسی بنام مولانا صفی لکھنوی

از حیات افزا۔ بھوپال

۱۷ مئی ۱۹۲۵ء

حضرت استادی مد ظلہ العالی

آداب و کورنش

گذشتہ ہفتہ میں ایک غزل ارسال خدمت والا کر چکا ہوں۔ اصلاح کا انتظار ہے۔ اگر ملاحظہ سے گذر چکی ہو تو مرحمت فرما کر شکر گذار فرمائیے۔

آج کا عریضہ ایک خاص مطلب اور ضروری مقصد کو پیش نظر رکھ کر ارسال خدمت والا کر رہا ہوں۔ مسلم یونیورسٹی اسکول علی گڈھ میں فارسی اور اردو مدرسی کی ایک جگہ زیر انتظام ہے میں نے بھی تنظیر افضال الہی درخواست کی ہے اور بھوپال کے اکثر عمائد و مقتدر حکام نے سفارشیں بھی کی ہیں۔ جن کا بعض ارکان یونیورسٹی پر کافی اثر بھی ہوا ہے لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ تقرر ایک کمیٹی کے ہاتھ میں ہے جس میں پانچ ممبر ہیں از آں جملہ ایک مولوی سلطان اشرف صاحب بھی ہیں۔ بھوپال میں کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس سے مولانا موصوف سے لطف ہو۔ شاعرانہ تخیل نے بہت غور و فکر کے بعد اس مرکز خیال تک پہونچایا ہے کہ مولوی صاحب قبلہ پر اگر کسی سفارش کا اثر ہو بھی

سکتا ہے تو انھیں کے کسی بھائی بند کی سفارش کا۔ اس لیے کہ "آہن بہ آہن تواں کردزم" مجھ سے کسی عالم دین سے شناسائی نہیں اس لئے بصد ادب گزارش ہے کہ اس گتھی کو آپ سلجھا دیجیئے۔ لکھنؤ میں آپ جس سے فرمادینگے وہی میری سفارش کردیگا۔ میں نے سفارش کیلئے لکھنؤ سے دو بزرگوں کا انتخاب کیا ہے۔ ایک مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی دوسرے نواب علی حسن خاں صاحب حسام الملک خلف نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم۔ یہ لال باغ میں تشریف رکھتے ہیں ان بزرگوں میں جس سے بآسانی لکھواسکیں ازراہ کرم بلاتاخیر لکھوادیں اور اپنے سامنے لکھوادیں کمیٹی عنقریب ہونے والی ہے مگر سفارش بتاخیر پہونچی تو بے سود ہوگی۔ تکلیف ضرور ہوگی مگر مجھ کو اس قسم کی زحمت کے حق حاصل ہیں۔ سوائے آپ سے اور کس سے گزارش کروں۔ اگر ان بزرگوں کے علاوہ آپ کسی اور سے سفارشی خط لکھوا سکیں تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں مطلب تو اس سے ہے کہ مولوی سلیمان اشرف صاحب اپنا ووٹ مجھی کو دیں خواہ کسی ذریعہ سے دیں جیٹن صاحب کی خدمت میں تسلیم۔

امید ہے کہ آپ بخیروعافیت ہونگے۔

کمترین خادمان

صدق

مکتوب سید راحت حسین بنام صفی لکھنوی

دیپا آواں۔ چھپرہ

ضلع سارن

۱۴ر نومبر ۱۹۲۶ء جناب محترم

تسلیم

والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ اس کے قبل ایک خط وصل بلگرامی کا ملا تھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ دارالتالیف نے جو معاوضہ مقرر فرمایا تھا وہ بار خاطر ہوا اور جناب نے اس ناچیز کی تحریک پر افسوس اور ملال کا اظہار فرمایا۔ جس طرح جناب نے اس کا مفہوم سمجھا وہ ملال کی بات ہو سکتی ہے لیکن حاشا ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ جناب کو معاوضہ کی رغبت دلاؤں جناب کے کلام کا کوئی معاوضہ ممکن نہیں ہے۔

دصہ) کی ایک ناچیز رقم اساتذہ کے قطعات کا گویا ہدیہ تھا جس کو ارکان نے اپنی غربت اور ملک کے نام آور شعراء کی تعداد کو خیال کرکے مقرر کی تھی اور ایک

اشرفی انعام وہ بھی کسی مالی نقطۂ خیال سے نہیں رکھا گیا تھا بلکہ شاعروں کی واہ واہ اور داد کا قائم مقام تھا قدردانی اور داد ایک ایسی ٹانک قوت ہے جو شعراء کو خون بڑھوا دیتی ہے چونکہ مشاعرہ کی شرکت تحریری تھی اس لئے انعام کی یہ ناچیز رقم مقرر کی گئی تھی خیر اس معاوضہ کی وجہ سے اگر جناب کو ملال پہونچا تو اس کی معذرت کا خواستگار ہوں۔

جناب کے کلام کا میں بے حد گرویدہ شائق اور قدر دان ہوں۔ مجھ کو مایوس کرنا اپنے کلام کے فیض سے محروم رکھنا کسی طرح روا نہیں ہوگا۔ خیر اگر پیرانہ سالی اور صحت کی خرابی کی وجہ سے زیادہ محنت گوارا نہیں ہے تو اصلاح کی زحمت ضرور دوں گا۔ میں شاعر نہیں ہوں اور نہ مجھ کو شاعری آتی ہے مجھ بدنصیب کو اپنی پیاری لڑکی کے وفات کی تاریخ لکھنے کی نوبت آئی۔ میں نے جو اظہار جذبات رنج والم کی غرض سے قطعہ لکھا ہے اس کو جناب کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے پیش کرتا ہوں۔

ازراہ کرم فرمائی اس قطعہ پر نہایت غائر نظر ڈالئے جو اشعار پسند آئیں ان پر صاد فرمایئے جہاں کوئی سقم یا غلطی ہو اس کو صحیح کر دیجئے اور جہاں بندش سُست ہو اس شعر کو کاٹ کر دوسرا شعر اپنی پاکیزہ زبان میں تحریر فرمایئے۔ جناب کی اسی توجہ اور عنایت کا بے حد ممنون ہوگا یہ قطعہ سنگ مرمر پر کندہ کر کے مقبرہ پر لگایا جائے گا۔ جناب کی ایک یادگار قائم رہے گی۔

یہ قطعہ جناب عزیز کی نظروں سے گذر چکا ہے لیکن بعد اس کے میں نے اسمیں اور اشعار اضافہ کئے ہیں۔

اس قطعہ کو جہاں تک ممکن ہو درد انگیز اور عبرت خیز بنایئے جس سے جذبات رنج والم کا ایک مرقع نظر آئے جناب میری اس التجا اور گزارش کو قبول فرما کر ممنون احسان فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار

سید راحت حسین ، بی۔ایل

مکتوب چودھری تربھون ناتھ بسمل بنام صفی لکھنوی

کانپور
۲۱ نومبر سنہ ۱۹۲۵ء

مخلصی و مکرمی بندہ

تسلیم

امید کہ مزاج عالی بخیر ہو۔ ایک مدت سے اشتیاق قدمبوسی ہے مگر عدیم الفرصتی مانع رہی۔ انشاء اللہ بڑے دن کی تعطیل میں حاضر خدمت ہوں گا۔ اور اسی وقت رباعیات عمر خیام معہ شرح جو میں نے دستیاب کرلی ہے جناب کو دونگا ایک مشاعرہ جناب بھائی صاحب یعنی رداں صاحب نے تاریخ ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۲۵ء کو مقام اناؤ میں منعقد کیا ہے امید ہے کہ اس کی اطلاع آنجناب کو ضرور ہوگی ہوگی۔ اور آپ اس میں شرکت بھی کریں گے۔ اس مشاعرہ کے لئے غزل کہی ہے وہ روانہ خدمت شریف ہے۔ مشاعرہ معرکہ کا ہے بعد اصلاح روانہ فرمایئے تاکہ ۲۸ نومبر سے پہلے ہی مجھے مل جائے۔ چھٹن صاحب کا مزاج کیسا ہے اور ان کا کیا شغل ہے۔

زیادہ نیاز
احقر چودھری تربھون ناتھ بسمل

:- میرا پتہ :-

چودھری تربھون ناتھ لیگل پریکٹشنر کلکٹریٹ بار۔ کانپور

مکتوب خواجہ اسد ایڈیٹر سرفراز بنام مولانا صفی لکھنوی

سرفراز

(آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا ہفتہ وار جریدہ)

۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

استاد محترم

دست بستہ تسلیم بہت مصروف ہوں۔ ورنہ خود حاضر ہوتا نظم برائے رجب نمبر ہمراہ حامل رقعہ ارسال فرما کر ممنونیت کا موقع دیجیے۔ اگر وہ نظم جو میں نے حضور کی خدمت میں برائے اصلاح پیش کی تھی درست ہو گئی ہو تو روانہ فرما دیجیے ورنہ کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کو اس زمانہ علالت میں زحمت دی جائے۔ فقط

خیر اندیش خادم

خواجہ اسد

مکتوب امیر احمد عبرتؔ بنام مولانا صفیؔ لکھنوی

سندیلہ۔ ضلع ہردوئی

۳ر مارچ ۱۹۲۶ سنہ ء

مکرم و معظم استادی مولانا حضرت صفیؔ مدظلہ العالی

تسلیم

خواہاں خیریت بخیر و عافیت ہے غزل عرصہ دو سال کے بعد بلکہ یوں کہوں کہ ایک زمانہ کے بعد لکھنے کا اتفاق ہوا۔ نظم تاریخی بیاد گار اہلیہ مرحومہ و اصلاحی جناب والا کے بعد یہ پہلی غزل ہے خدمت عالی میں پیش کر کے امیدوار ہوں کہ شرف اصلاح سے محروم نہ رکھا جاؤں گا مجھ ایسے بیگانہ سخن کو باوجود افسردہ دلی کے اس زمین میں جس میں حضرت غالبؔ سے استاد کی وہ پختہ و بے مثل غزل موجود ہے خیال آفرینی "چھوٹا منہ بڑی بات" کے مصداق تھا۔ مگر محض جناب کی اصلاح کے بھروسہ پر جو کچھ کہا ہے ارسال خدمت کر رہا ہوں۔

خیریت مزاج سے مطلع فرمایا جاؤں۔ فقط

مکرمی عرض یہ ہے کہ مکرمی شاہ دیگر صاحب کے بہ پیہم اصرار سے آگرہ کے مشاعرے کے واسطے غزل لکھنا پڑی جو اس امر کی محتاج ہے کہ اصلاح

شفقت بزرگانہ ہونا چاہئے۔ افسوس مصرعہ طرح۔ ع

"اب کسی بات پہ نہیں آتی۔

ناچیز

امیر احمد عبرت بلگرامی

سپروائزر سنٹرل کوآپریٹو

بینک لمیٹڈ۔ سندیلہ

مکتوب چودھری تربھون ناتھ ہجر سنبھلی بنام مولانا صفی لکھنوی

کانپور،
۱۰ر مارچ سنہ ۱۹۲۶ء
۱۰ بجے شب

معظمی مکرمی بندہ تسلیم

امید کہ مزاج عالی بخیر ہو۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ "معین الادب" کے سالانہ مشاعرہ میں شرکت نہ کر سکا۔ شرکت کا قطعی ارادہ کر چکا تھا مگر عین وقت پر چند وجوہات مانع ہوئے جن کی وجہ سے سب کوششیں بے سود ہو گئیں انشاء اللہ کسی دو دن کی تعطیل میں حاضر خدمت ہوں گا۔ چھٹن صاحب کا مزاج کیسا ہے۔ ۱۴ر مارچ کو یہاں ڈی۔ وی۔ اے کالج میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا ہے۔ پرسوں میرے پاس بھی کارڈ آیا ہے۔ کل اور آج میں چند شعر کہے ہیں۔ وہ بغرض اصلاح روانہ خدمت شریف ہیں۔ امید ہے کہ بعد اصلاح میرے پاس روانہ فرمائیے گا تاکہ ۱۴ر مارچ یعنی اتوار تک مجھے مل جائے۔

باقی خیریت ہے

خاکسار

تربھون ناتھ

مکتوب چودھری تربھون ناتھ ہجر بنام مولانا صفی لکھنوی

کانپور

۷ مئی ۱۹۳۶ء صبح

معظمی و مکرمی بندہ تسلیم

نظم بعد اصلاح ملی۔ کارڈ کسی خاص امر کے متعلق نہ تھا۔ محض دریافتِ حالاتِ مزاجِ اقدس بھیجا گیا تھا۔ کل بعد واپسی دورہ مجھے وکیل صاحب نے کارڈ مشاعرہ دیا۔ وہ حضرت بھی کچھ کہتے ہیں اس لئے انھوں نے یہ ضد کی کہ اگر تم مشاعرہ میں شریک نہ ہوئے تو میں مشاعرہ میں شریک نہ ہوگا۔ چونکہ یہ مشاعرہ انھیں کے زیر اہتمام ہے اسلئے مجبوراً چند شعروں کی فکر کرنا پڑی۔ کافی فکر بھی نہیں ہو سکی اور نہ کوئی شعر ہی قابلِ اطمینان نکلا۔ بہر حال ان کی خاطر سے مشاعرہ میں شریک ہونا پڑے گا۔ مشاعرہ کی تاریخ ۸ مئی کو ہے۔ آج غزل روانہ کرتا ہوں اگر بعد اصلاح کل صبح ڈاک سے روانہ کر دیجئے گا تو شام کو ضرور مل جائے گی۔ چھٹن صاحب کی خدمت میں سلام

خاکسار

تربھون ناتھ

احاطہ بدلو مصر۔ پریڈ

کانپور

مکتوب اقبال کشن سحر بنام مولانا صفی لکھنوی

بعد از تسلیم گذارش ہے کہ غزلیات اصلاح شدہ و نامۂ نامی موصول ہو کر باعث افتخار ہوئے۔ کچھ غزلیں برغرض اصلاح اور ارسال خدمت ہیں۔ کچھ ایسا مجبور ہوں کہ باوجود ارادہ کرنے کے بھی نہیں نکل سکتا مگر انشاء اللہ ضرور جب کبھی موقع ملے۔ فی الحال مجھے ایک عارضی جگہ چند ماہ کے لئے ملنے والی ہے بلا درخواست ہی ڈرکٹ آگیا۔ اس لئے منجانب اللہ جان کر کے منظور کر لیا ہے۔ بعد میں ضرور نیاز حاصل کروں گا۔ زیادہ ادب۔

مورخہ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

احقر

اقبال کشن۔ جال والی گلی

آگرہ

طرح مشاعرہ دہلی جو اخیر ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں باہتمام پنڈت امرناتھ صاحب ساحر دہلوی ہونے والا ہے۔

ع :- "فریب حسن ہے نقش و نگار فطرت میں"

عجیب دور تسلسل ہے میری حسرت میں
میں خود ہوں اور مرے ارمان دل ہیں حیرت میں

سنبھل کے رکھئے گا مرقد میں نعشِ عاشق کو
لگے نہ ٹھیس دل ناتواں کو تربت میں

لباس حسن سے ملبوس ناز و غشوہ کے ساتھ
چمن میں کرتے ہیں اٹکھیلیاں وہ فرصت میں

سکونِ قلب کو کافی ہے شربت دیدار
کہاں وہ لطف ہے اس کیوڑے کی شربت میں

امید وصل ہی اک باعث تشفی ہے
یہی ذہیں ہے شب ہائے تار فرقت میں

جنوں کا ندریہ وحشت کے طور فطری ہیں
نہ جائیں گے کبھی سودا ہے میری فطرت میں

اثر دکھاتی ہے جب بے ثباتی دنیا
پلک جھپکتے نہیں دیکھی چشم عبرت میں

خیال وصل ہوا اور یاس نے آ گھیرا
مخل یہ ہوتی ہے کیوں ہائے میری عشرت میں

خدا کی شان یہ حسن و جمال کی خوبی
نگاہ کیا کہ خود آئینہ بھی ہے حیرت میں

مزے میں مستی میں ہوتی نہیں خدا کی یاد
نماز و روزہ بہت سوجھتا ہے عسرت میں

زمیں پہ آتے ہی بخت سعید پر رویا تھا
میں جانتا تھا کہ رنج و الم ہے قسمت میں

کیسی حسین مصور کی دست کاری ہے
فریب حسن ہے نقش و نگار فطرت میں

جنوں ہے عشق ہے سودا ہے یاس ہے غم ہے
ہزاروں راز ہیں پوشیدہ میری وحشت میں

قدم بڑھایا تو پھر کر نہ دیکھنا ہرگز
طلسم دہر ہے خطرہ ہے اس کی رغبت میں

الٰہی سحر گنہگار پر نگاہ کرم
بجائے زحمتوں کے ہو کنار رحمت ہے

مکتوب نظر سوہانوی بنام صفی لکھنوی

بنارس شہر
۱۰ دسمبر ۱۹۳۴ء

حضرت مولانا! تسلیم مع التعظیم

خدمت گرامی میں ایک جلد کلام ربانی ارسال ہے۔ اگرچہ فلسفہ کی خشک زمین میں شعر کی آبیاری سے لالہ زار کی توقع محال ہے تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ گیتا جیسے دشوار فلسفہ کو اردو شعر کے قالب میں ڈھال دیا جائے۔ عموماً ہندو مسلم احباب نے اس کتاب کے متعلق عمدہ سے عمدہ رائیں لکھ کر میرا حوصلہ بڑھایا ہے اگرچہ کچھ خامیاں ابھی رہ گئی ہیں مگر خال خال۔ آپ چونکہ اردو زبان کے مستند حضرات میں بھی بزرگ ترین ہیں اس واسطے آپ کی رائے اس کتاب پر ایک قیمتی رائے تصور کی جائے گی۔ براہ کرم اسے دیکھ کر اس ہفتہ میں اپنی رائے گرامی سے دو حرف بھیج کر مجھے شکریہ کا موقع دیجیے۔

(حضرت قبلہ مولانا صفی لکھنوی)

دعاگو
نظر سوہانو
معرفت
بی۔ این۔ بیجل۔ بانس کا پھاٹک
بنارس شہر

مکتوب فضل احمد کریم تاج بنام صفیؔ لکھنوی

۱۹ر نومبر سنہ ۱۹۳۵ء

عالی جناب

کل کے خط میں غالباً میں یہ بات لکھنا بھول گیا کہ میں نے نظم مرسلہ آکسفورڈ کی "ہندوستانی سبھا" کے (جسے ہم لوگوں نے اردو اور ہندی ادب سے ربط قائم رکھنے کے لئے کیا تھا) کے اس جلسہ میں جو ہم لوگوں کے لئے الوداعی طور پر منعقد کیا گیا تھا پڑھی تھی۔ اسی سے اس کے طرز بیان میں تخاطب وغیرہ ہے

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا

خاکسار
فضل احمد کریم تاج

مکتوب فضل احمد کریم تاجؔ بنام صفیؔ لکھنوی

۲۴ر دسمبر ۱۹۳۵ء

نواکھالی۔ بنگال

عالی جناب

عرصہ ہوا میں نے اپنی نظم اور چند اشعار بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کئے تھے۔ معلوم نہیں خدمت بابرکت میں پہونچے کہ نہیں۔ سو یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ مزاج والا تو ناساز نہیں ہے۔

براہ کرم خیریت مزاج وہاج سے بواپسی ڈاک مطلع فرمانا چاہئے۔ ظریفؔ صاحب قبلہ کی خدمت میں آداب۔

نیازمند قدیم

فضل احمد کریم تاجؔ

مکتوب افسر الملوک پرنس اکرم حسین بنام صفیؔ لکھنوی

افسر منزل
۲۰- بیلی گنج، سرکولر روڈ - کلکتہ
۱۶ر جنوری ۱۹۳۷ء

لسان القوم مکرمی مولانا صفیؔ صاحب

تسلیم

چلتے وقت آپ سے ملاقات نہ ہوئی - چند اشعار جو آپ نے میرے متعلق لکھنؤ اور دہلی میں پڑھے تھے ان کو دوبارہ دیکھنے کا اشتیاق ہے اگر بھیج سکیں تو عین مہربانی - نیز ایک قلیل رقم پچاس روپے کی آپ کی نظموں کی طباعت کی اعانت میں بذریعہ منی آرڈر روانہ ہوئی ہے - قبول کریں

آپ کا قدردان
اکرم حسین پرنس

مکتوب سید قائم رضا نسیم امروہوی بنام صفی لکھنوی

"مشیرانِ بزم ادب ۱۹۴۱ء — مورخہ ۶ را پریل ۱۹۴۱ء
نیشنل ہائی اسکول۔ لکھنؤ — نمبر ۔۔۔۔۔۔

مدظلکم العالی

آداب۔ خطبۂ صدارت ارسالِ خدمت ہے۔ جناب کے ایک نظر ڈالنے کے بعد شاید یہ درست ہو جائے گا۔

نظم "ہندو مسلم اتحاد" مرسلہ لفافہ میں بند کر کے حاملِ رقعہ کو عطا فرما دیجیے۔ اس وقت کاموں کی اتنی کثرت ہے کہ حاضر ہونے سے معذور ہوں۔ بزمِ مشاعرہ سے کچھ پہلے مع سواری کے یا تو خود حاضر ہوں گا یا کسی ذمہ دار شخص کو بھیجوں گا۔ زیادہ آداب

سید قائم رضا نسیم

نوٹ۔ سید قائم رضا نسیم امروہوی نے مولانا صفی لکھنوی کو یہ خط "مشیرانِ بزمِ ادب" میں شرکت کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ اس بزم کا سالانہ پروگرام ۶ را پریل ۱۹۴۱ء کو منعقد کیا گیا تھا جس کا مختصر پروگرام یہ تھا

۱۳ را پریل ۱۹۴۱ء ۱۲ بجے دن مناظرہ

۸ بجے شب مناظمہ

۷ اپریل ۱۹۵۱ء ۸ بجے شب مشاعرہ

اس تقریب کے لیے جو استقبالیہ کمیٹی تشکیل کی گئی تھی اس کے ممبران مندرجہ ذیل حضرات تھے ۔

۱۔ لسان القوم مولانا صفیؔ صاحب مدظلہ (صدر) استقبالیہ کمیٹی

۲۔ جناب آل رضا صاحب رضاؔ ایڈوکیٹ (نائب صدر) "

۳۔ جناب برج ناتھ شرغا صاحب ایڈوکیٹ (اعزازی سکریٹری) "

۴۔ جناب مولانا نسیمؔ امروہوی (اعزازی اسسٹنٹ سکریٹری) "

۵۔ شاعر انقلاب جناب جوشؔ صاحب مدظلہ (ممبر) "

۶۔ رائے بہادر جناب ہری ہر ناتھ مٹو صاحب۔ ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس (ممبر)

۷۔ جناب آنند نرائن صاحب ملاؔ ایڈوکیٹ (ممبر)

۸۔ جناب مولانا انیس البارکی۔ (ممبر)

۹۔ جناب پنڈت دیاکشن صاحب گنجور (ممبر)

۱۰۔ جناب بی۔ پی سنہا صاحب، بی۔ ایس۔ سی۔ (لندن) پرنسپل نیشنل ہائی اسکول۔ لکھنؤ (ممبر)

جناب سید قائم رضا صاحب نسیمؔ امروہوی اب پاکستان جا چکے ہیں اور ایک عرصہ سے وہیں مقیم ہیں

سید ذاکر حسین کاظمی

مکتوب سید ابراہیم بنام صفیؔ لکھنوی

۱۹ر اگست سنہ ۱۹۴۲ء

جناب والا السلام علیکم

خواجہ حافظ کا مشہور شعر ہے۔

خوبان پارسی گو بخشندگان عمر اند
ساقی بدہ بشارت پیران پارسا را

کس قدر لطیف چیز ہے۔ ہم یہیں پر ختم کر چکے کہ حضرت اقبال گنگنا نے لگے

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

اس حقیقت میں جو صداقت ہے وہ خواجہ حافظ کے بعد اسی شعر سے ظاہر ہے

غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمر رفتہ کو آواز دینا

اگر یہ غزل کہیں سے مل سکے تو مجھے اطلاع دیں ورنہ اگر میں یہ عرض کروں کہ یہ غزل اور اس کے ساتھ اپنے نادر کلام میں سے کچھ اور بذریعہ ڈاک

مجھے مرحمت فرمایا جاوے تو اس جسارت کی معافی دے دی جائے۔ اس دار فانی میں کئی چیزیں ایسی ہیں جو حیاتِ ابدی پا چکی ہیں۔ اسی قبیل میں یہ شعر بھی ہے۔ آپ کا دیوان طبع نہ ہونے کے باعث یہ تکلیف دینی پڑی۔ معافی چاہتا ہوں

نیاز مند

سید ابراہیم
مکان شریف۔ ڈاکخانہ رتڑ چھتّر
ضلع گورداسپور۔ (پنجاب)

مکتوب ضمیر احمد ہاشمی بنام صفیؔ لکھنوی

رامپور (اسٹیٹ)
(یو۔ پی)
۱۷ر دسمبر سنہ ۱۹۴۴ء

ضمیر احمد ہاشمی
کے۔ بی، پی۔ سی۔ ایس
ڈپٹی ریونیو منسٹر

جناب محترم تسلیم

جناب والا نے ازراہِ کرم اپنا منتخب کلام وغیرہ عنایت فرمایا تھا۔ وہ مجموعہ موسومہ "اوراقِ گل" اب شائع ہو گیا ہے اور اس کی ایک جلد علیحدہ ارسالِ خدمت ہے۔ امید ہے کہ ملاحظے سے گزرے گا۔ اگر جناب اپنی رائے گرامی سے سرفراز فرمائیں تو باعثِ تشکر ہوگا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

حقیر
ضمیر ہاشمی

مکتوب ناصری بنام صفی لکھنوی

بارہ بنکی ۸ ؍ مئی سنہ ۱۹۴۵ ء

صحیفہ مع انتخابات لخت جگر موصول ہوا۔ زحمت کا شکر گزار ہوں۔ ناسازئ طبیعت سے آپکی خداوند عالم صحت کامل عطا فرمائے۔ میں ۱۴ ؍ مئی کو انشاء اللہ حاضر خدمت ہوں گا۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں اور اگر ممکن ہوا تو ۱۶ ؍ مئی تک مشاعرہ معین الادب کے لئے قیام کروں گا ورنہ مسوری چلا جاؤں گا باقی خیریت ہے

خادم
ناصری

مکتوب فضل الرحمٰن بنام مولانا صفی لکھنوی

گورکھپور

۲۴ فروری سنہ ۱۹۴۸ء

جناب مکرم

تسلیم و نیاز

رسالہ "بھائی" کا پہلا نمبر "گاندھی نمبر" شائع ہو رہا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ چند شعروں کا ایک پیغام مرحمت فرمائیں اور اپنے تاثرات۔ تاثرات غیر مطبوعہ ہوں۔ رسالہ کا مقصد واضح ہے۔ آپ کے نقوش رسالے کی آبرو بڑھا دیںگے۔

اردو زبان آپ پر ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ آپ اس زبان کے مصلحین میں ہیں۔

آپ کا خادم

فضل الرحمان۔ ایڈیٹر "بھائی"

بی۔ اے

مکتوب عبدالرشید خاں بنام مولانا صفیؔ لکھنوی

۸۶

۴ر ستمبر سنہ ۱۹۴۸ء

حضرت صفیؔ قبلہ مدظلہ

تسلیم

ایک حمد میں لکھا ہوا کلام روانہ کر رہا ہوں۔ برائے مہربانی اصلاح کریں اور میرے ابتدائی شوق کو بڑھائیں۔ امید قوی ہے کہ میرے ٹوٹے پھوٹے کلام کی اصلاح کر دیں گے۔ فقط

آپ کا شکر گزار
عبدالرشید خاں رشیدؔ

حمد

فروغ نورِ وحدت سے جہاں معمور ہو جائے
اسی اک نور کے پرتو سے جل کر طور ہو جائے
کرشمہ اس کے جلوؤں کا عیاں ہو ساری دنیا پر
تو بندہ اپنی فطرت سے سراپا نور ہو جائے

پلا دے جام اک ایسا الٰہی جس کے پینے سے
کہ پیدا اس جہاں میں اک نیا مقصود ہو جائے
چراغ علم روشن ہو منور قلب مسلم ہو ...
اندھیرے جہالت کا جہاں سے دور ہو جائے
ہے دل میں آرزو یارب ازل سے دید کی تیری
شراب عشق سے میری نظر مخمور ہو جائے
دعا مقبول ہو یارب مری درگاہِ باری میں
سخن عرش معلٰی تک مرا مشہور ہو جائے

کروں اک بار مولائے مدینہ کی زیارت میں
رشید بے نوا کی یہ دعا منظور ہو جائے

نوٹ :۔ صفی لکھنوی نے اس حمد میں کیا کیا اصلاحیں کی تھیں اس کا علم نہ ہو سکا کیوں کہ اصلاح شدہ حمد کی کوئی نقل نہ مل سکی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کاغذ پر اصلاح کر کے موصوف نے رشید کو بھیجا ہوگا۔

مکتوب باقر بنام مولانا صفی لکھنوی

جناب معظم

تسلیم عرض۔ بصد ادب گذارش ہے کہ ایک قصیدہ و ایک نوحہ ارسال خدمت ہے ۸ ارذی الحجہ کو بزم قصیدہ خوانی ہو گی۔ دو روز قبل لفافہ واپس فرمایا جاوے

اخفر باقر

نوٹ:- اسی کے ساتھ ایک غزل بھی تھی لیکن اس کا ذکر خط میں نہیں کیا گیا ہے۔
غزل بھی نیچے نقل کیجا رہی ہے۔

سید زائر حسین کاظمی

غزل

ہائے تقدیر سے چلتی کوئی تدبیر نہیں
آہ کرتا ہوں مگر آہ میں تاثیر نہیں

دلِ آزاد ہوا خود ہی اسیر گیسو
تیرے دیوانہ کو اب حاجت زنجیر نہیں

چھید کر دل نگہ ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
جو نشانہ سے بہک جائے یہ وہ تیر نہیں

مر چکے لاکھ تری ایک ادا پر قاتل
لطف یہ ہے کہ ابھی ہاتھ میں شمشیر نہیں

دے دیا آہ مسیحا نے دمِ نزع جواب
اب بجز موت کوئی چارہ و تدبیر نہیں

تو نے جو آنکھ سے دیکھا ہے زبانی کہنا
نامہ بر حالِ مرا قابلِ تحریر نہیں

آس کہتی ہے وہ آئیں گے وہ آئیں گے ضرور
یاس کہتی ہے کہ ایسی مری تقدیر نہیں

سن کے فریاد وہ کس کی نکل آئے باقرؔ
اب نہ کہنا کہ مری آہ میں تاثیر نہیں

قصیدہ

یا علی کون ترا عاشقِ دلگیر نہیں
دل وہ بے نور ہے جس میں تری تنویر نہیں

تری صورت کے مقابل میں ازل سے اب تک
دستِ قدرت نے بھی کھینچی تری تصویر نہیں

شرحِ اوصافِ رخِ مصحفِ ناطق سے محال
یہ وہ قرآن ہے جس کی کوئی تفسیر نہیں

دل کے آئینہ میں ہے عکسِ جمالِ حیدرؑ
اے مصوّر مجھے اب حاجتِ تصویر نہیں

ثلث قرآن میں اللہ نے کی مدحِ علیؑ
آپ کی شان میں کیا آئینہ تطہیر نہیں

بو تراؔبی ہوں مجھے خاکِ شفا ہے پارس
کیمیا گر مجھے اب حاجتِ اکسیر نہیں

جانتا کون نہیں واقعۂ خمِ غدیر
کون قصہ ہے جو قرآن میں تحریر نہیں

آج کے روز ہوا دینِ الٰہی کامل
سب پہ ظاہر ہے کوئی حاجتِ تشہیر نہیں

جس کی تکمیل پہ ہے آیۂ اکملت گواہ
جس کی تقدیق میں گنجائشِ تقریر نہیں

اس لئے آج منائی گئی ہے عیدِ غدیر
اور تشہیر ہوا اس کی ابھی تشہیر نہیں

بے فقیری ہے تری غیرتِ شاہی باقرؔ
نقدِ ایماں تو ہے گر دولت و جاگیر نہیں

نوحہ

بعد قتل شاہ سرجا اک نیا ماتم ہوا
آنکھ میں آنسو جگر میں داغ دل میں غم ہوا

باغ عالم میں یکایک آگئی باد خزاں
گلشن آل نبیؐ سب درہم و برہم ہوا

اہل بیت مصطفیٰ سے پھر گیا سارا جہاں
نور عین فاطمہ کا دشمن اک عالم ہوا

قطعہ

اصغر ناداں کو لائے جب سوئے مقتل حسینؑ
خیمۂ عصمت میں برپا نوحہ و ماتم ہوا

حرملہ نے تب پرے سے بڑھ کے لی اپنی کمان
اک قیامت خیز منظر اس گھڑی قائم ہوا

دست سرور پر تڑپ کر رہ گئی ننھی سی لاش
حرملہ کا تیر بہر جان اصغر سم ہوا

حضرت شبیر پر ٹوٹا مصائب کا پہاڑ
بعد نانا کے نواسے پر ہجوم غم ہوا

پڑھ کے یوں نانا کا کلمہ کی نواسے پر جفا
ظلم دنیا میں کسی پر ہائے ایسا کم ہوا

جس کو کرتے تھے نبیؐ خود اپنے کاندھوں پر سوار
اف رواں اس کے گلے پر خنجرِ برّاں ہوا

کند خنجر شمر کا اور خشک حلقوم حسینؑ
کچھ نہ پوچھو شہ کا وقت ذبح کیا عالم ہوا

جن کی مادر کا جنازہ پردۂ شب میں اٹھا
ان کی دختر کا تماشائی ہر اک ظالم ہوا

تعزیہ داری کو بدعت لوگ کہتے ہی رہے
ماتمِ شبیرؑ اس پر بھی نہ باقرؔ کم ہوا

مکتوب عرشؔ ملسیانی بنام صفیؔ لکھنوی

آج کل
اولڈ سکریٹریٹ
دہلی
۱۰ر دسمبر سنہ ۱۹۴۸ء

قبلہ محترم

"آج کل" کے لئے تازہ کلام عنایت فرمائیں۔ اب یہ دوبارہ شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کی صحت اچھی ہوگی۔

نیازمند
عرشؔ ملسیانی

لسان القوم مولانا سید علی نقی صفیؔ لکھنوی
محلہ رسی بٹان۔ مولوی گنج
لکھنؤ

مکتوب سید صغیر حسن بنام صفیؔ لکھنوی

جناب معظم و مفخم دام اللہ وجودکم الشریف

تسلیمات، زکیات، تحیات، نامیات قبول باد

مجھے آج آپ کی خدمت میں پہلے پہل حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس کے پہلے کبھی نوبت انتساب شرف کی نہیں آئی تھی۔ غالباً جناب مجھ سے ناواقف ہونگے درحقیقت امر یہ ہے کہ مجھ گمنام سے واقف ہی کون ہے مگر میں تو جناب کے نام نامی کو اہل دنیا سے ہی صرف نہیں بلکہ بگوشِ ایمانی حسان دعبل سے برابر سنتا آیا ہوں لہٰذا میرے تعارف کے متعلق اس قدر کافی ووافی ہے کہ میں بھی انھیں لوگوں کا نام لیوا ہوں جن حضرات کے آپ جیسے باکمال اشخاص مداح و منقبت خواں ہیں۔ اس وقت اس غرض سے حاضر خدمت والا ہوا ہوں کہ میں نے ابھی ابھی ایک قصیدہ مدح جناب صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں انشا کیا ہے۔ اگرچہ پہلے بھی اس امر کا مقصد تھا مگر امور لاحقہ نے مہلت اس کی نہ دی کہ اپنی دلی تمنا کو پورا کرتا لیکن بہزار خرابی وقت ابھی اس قصیدے کے لکھنے سے فارغ ہوا۔ لیکن چونکہ یہ اس قابل نہ تھا کہ بغیر کسی استاد کے ملاحظہ میں آئے ہوئے سامعین محفل کے سامنے پڑھا جا سکے۔ اس جہت سے ضرور ہوا کہ کسی استاد کی خدمت میں بھیجا جاوے لیکن دفعہ اول ہی قلب کا رجحان جناب کی طرف ہوا اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اس مقصد کو لیکر آپ کی خدمت میں اصلاحاً بھیجنا ایسا ہے جیسے کوئی مبتدی کسی استادِ کامل کی خدمت میں میزان کی

کی چھوٹی کتاب پڑھتے وقت فرماتے رہے ہو جائے لیکن بمصداق وجعلنا
من الماء کل شیء حی تو فیض رسی میں کا اس انکرام نصیب ہوگا میں نے اس کی جسارت کی کہ آپ کی
خدمت میں اس ناچیز قصیدہ کو اصلاح کی غرض سے ارسال کروں۔ لہٰذا جناب نے
کرائم اخلاق و شرافت آداب سے قوی امید ہے کہ میرے اس پہلے پہل کو التماس کو
ساحت قبول تک ضرور رسائی دیں گے۔ اور اوج تعلیم و اصلاح تک پہونچا دیں گے
لیکن افسوس اس کا ہے کہ یہ قصیدہ طولانی بہت ہے اس کے درست کرنے کے لئے بہت
کافی وقت درکار ہے اور یہاں میرے لئے مدت بہت کم ہے مگر نہیں اس خذف کو درو
جواہر اور لعل و یاقوت بنانے کے لئے جناب ایسے ماہر و کامل استاد کی ایک اونچی نظر
بھی بہت کافی ہے۔ کیا کہوں ارادہ تو یہ تھا کہ وسعت وقت کے ساتھ یہ قصیدہ
آپ کی خدمت میں اصلاح کی غرض سے پیش کیا جاتا مگر میں پہلے عرض کر چکا ہوں
کہ اپنے اور امور نے اس کی مہلت نہ دی۔ آج ہی اس کو تیار کیا ہے اور اسی وقت
بالتعجیل روانہ خدمت کرتا ہوں۔ جناب کی ذرہ نوازی سے امید ہے کہ اس خس و
خاشاک کو آب عنبر نظر رحمت سے دھو کر زعفران صفت بنا دیں گے۔ لیکن وقت کم
ہونے کی وجہ سے اس قدر اور بھی التماس کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ یہ ناچیز قصیدہ
کل ہی انشاء اللہ آپ کی خدمت عالی میں پہونچ جائے گا۔ بس جناب اس کو ۱۰، ۱۱
شعبان تک دیکھ کر ۱۲ کو کسی وقت کی ڈاک میں معتبر طریقہ سے ڈلوا دیں گے تو میرے
پاس ۱۳ کو انشاء اللہ ضرور پہونچ جاوے گا کیونکہ اسی ۱۳ کو اس قصیدہ کی
سخت ضرورت ہے۔ اور بعد اصلاح اس کو عام مجمع میں پڑھنا بھی اپنے کو
انگشت نما بنانا ہے میرے حد امکان میں جہاں تک ممکن تھا میں نے عرض
کیا اب جناب والا اس کو قبول فرما کر مسرت و تشکر کا موقع دیں گے۔

ظلکم ظلیل و عدوکم ذلیل عریضہ ناچیز سید صغیر حسن عفی عنہ، از بنارس۔ محلہ مقیم گنج
مدرسہ ایمانیہ خورشید علی خاں مرحوم ۹ شعبان یوم چہار شنبہ ۱۳۴۳ھ

مکتوب عبدالرحمٰن بیخود بنام شیخ ممتاز حسین جونپوری

عبدالحمید لین۔ ڈھاکہ
مشرقی پاکستان
۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء

مکرمی تسلیم

آپ سے غائبانہ تعارف بہ وساطت محب محترم و عزیز مکرم جناب شاہزادہ مرزا محمد عالی قدر صاحب تبسم لکھنوی چند دن گزرے حاصل ہوا۔ انھیں بھی میرا پتہ معلوم نہ تھا اور اسی طرح میں بھی ادھر چار پانچ سال سے بالکل بے خبر تھا کہ تبسم صاحب کہاں تشریف فرما ہیں۔ بڑی کوشش سے انھوں نے میرا کھوج نکالا اور اب باوجود بعد المشرقین کے ہم دونوں قلم کی وساطت سے الحمدللہ بہت قریب ہیں۔

تبسم صاحب نے اپنے طویل خط میں آپ کے گرامی نامہ مورخہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۲ء بنام تبسم صاحب کی نقل بھی ارسال فرمائی جس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ مجھ سے بھی غائبانہ طور پر واقف ہو چکے ہیں۔

مجھے یہ معلوم کر کے بحد مسرت حاصل ہوئی کہ آنجناب کی توجیہ سے استاذی مولانا صفی مرحوم کا کچھ کلام شائع ہوا ہے جس میں ضمناً میرا بھی تذکرہ ہے مجھے استاد مرحوم سے خصوصی طور پر تعلق حاصل رہا اور کم و بیش دس سال تک میں نے تحریری طور پر ان سے استفادہ کیا۔ ان کی شفقتیں جو میرے حال پر رہیں

ان کا اظہار بجز دعائے خیر کے اور کسی طرح نہیں کر سکتا۔ دل بے قرار ہے کہ وہ مجموعہ جیسے آپ نے اپنی سعادت کی وجہ سے مرتب فرمایا ہے اسے میں بھی ایک نظر دیکھ سکوں میرے پاس حضرت استاد کے اصلاح کردہ کلام کا فی تعداد میں ذخیرہ موجود تھا۔ مگر انقلابات زمانہ نے اس کا اکثر حصہ برباد کر دیا کچھ جو باقی رہ گیا ہے اسے روانہ خدمت کر رہا ہوں۔ اگر مجبی جناب محمد رضی صاحب۔ اسے اپنے مجموعے میں شامل فرما سکیں تو زہے نصیب۔ مجھ سے ذاتی طور پر جو مراسم خلوص مولانا مرحوم کے تھے اگر اس کے متعلق بھی کسی تشریح کی ضرورت آپ محسوس کریں تو اپنے تاثرات پیش کر سکتا ہوں مولانا کے خطوط بھی خود انکی وضاحت کر دینگے۔ مکرر انکے تلاش کر رہا ہوں اگر کچھ اور اصلاحات مولانا کی میسر آسکیں تو انشاء اللہ اسے روانہ خدمت کرونگا۔

کیا امید کروں کہ جناب والا مجھے بھی ایک نسخہ مرتب شدہ کلام کا مرحمت فرما کر احسان مند بنائیگے میں ہندوستان آنے کا قصد رکھتا تو حاضر ہو کر حاصل کرتا مگر اسوقت چونکہ ایسا کوئی قصد نہیں ہے اس لئے امید کہ جناب اب سے جدید تعلقات کو زیادہ استوار بنانے کی سعی میں اقدام فرمائیں گے۔ والسلام

خاکسار ـ

عبدالرحمٰن بیخود عفی عنہٗ

مکرر عرض ہے کہ بڑی تلاش اور سعی کے بعد قدیم کاغذات میں صرف چار غزلیں جن پر استاد مرحوم کے ہاتھ کی اصلاحیں درج ہیں میسر آسکیں۔ ان پر وہ خطوط بھی موجود ہیں جن میں کمال شفقت سے مولانا مرحوم نے تحریر فرمایا تھا انھیں دیوان میں شامل کر لیا جا سکتا ہے ان میں ایک لغت فارسی کی ہے اور تین غزلیں اردو کی ہیں اردو کی ایک غزل پر استفسار کے بعد دوبارہ

اصلاح بھی ہوئی ہے یہ قابل توجہ ہے ۔ یہ چاروں غزلیں بالکل ابتدائی دور کی ہیں ۔ ان میں تاریخ اصلاح درج ہے افسوس کہ بعد کا کلام دستیاب نہ ہوسکا ۔ میں کوشاں ہوں اگر کچھ میسر آیا تو پھر روانہ کروں گا ۔ میری عربی غزلوں پر بھی مولانا مرحوم نے اصلاحیں دی تھیں اور حق یہ ہے کہ حق اصلاح ادا فرمایا تھا شاید وہ ملیں تو روانہ کروں گا ۔

ایک طویل مثنوی تقریباً ایک ہزار اشعار کا میں نے بنام "مثنوی دل پذیر" مرتب کی تھیں اس کا ضمنی تذکرہ مولانا مرحوم کے ایک خط میں ہے اس پر مکمل اصلاح مولانا مرحوم کی تھی مگر افسوس کہ وہ مثنوی اصلاح شدہ مع اصل مسودہ کے انقلاب ملک کی نذر ہوگئی ۔ مولانا مرحوم کی تقریظ کا قطعہ یاد رہا ۔ وھو ھذا ۔

مثنوی دل پذیر قصہ لیلائے سندھ
مدح سے ہے بے نیاز لکھوں میں تقریظ کیا
بیخود ذی ہوش سے کیوں نہ یہ کہدوں صفی
حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را ۔

افسوس کہ ایسے سخنداں و سخن گو کی ہم بدنصیب قدر نہ کرسکے مزید خط و کتابت کا انتظار رہے گا امید ہے کہ رسید خط سے مطلع فرمائیں گے والسلام

نیاز کیش
عبدالرحمٰن بیخودؔ عفی عنہٗ

نوٹ ۔ یہ خط جناب عبدالرحمٰن بیخودؔ صاحب نے شیخ ممتاز حسین جونپوری

کو تحریر کیا تھا شیخ صاحب نے صفیؔ لکھنوی کی غزلوں کا ایک انتخاب "صحیفۃ الغزل" کے نام سے شائع کیا تھا اور اسی کی تیاری کے سلسلہ میں جناب بیخود سے خط و کتابت شروع کی تھی شیخ ممتاز حسین جونپوری مرحوم بھی اب نہیں ہیں جن سے کچھ اور تفصیل ملنے کی توقع تھی۔

سید ناثر حسین کاظمی۔

صفی لکھنوی کی تبصرہ نگاری

۱۔ "نغمۂ روح"، مصنفہ اختر انصاری۔ قطعات، غزلیات اور نظموں کا مجموعہ ۸۸ صفحوں پر تخمیناً ۲۰۰۰ شعر۔ زبان میں باوجود اس اختصار کے زبان کی خامیاں عروض و قافیہ کے عیوب، خود ساختہ فارسی ترکیبوں کی بے اعتدالیاں ہیں۔ مصنف کی طبیعت کو شاعری سے مناسبت معلوم ہوتی ہے اور خیالات بھی برے نہیں لیکن بے راہ روی کی وجہ سے جو نقائص پیدا ہو گئے ہیں مصنف کو غالباً ان کا احساس نہیں۔ مصنف صاحب انگریزی کا میں بی اے آنرس ہیں۔ اردو فارسی قابلیت بہت سطحی معلوم ہوتی ہے۔ موزوں طبع ہیں مگر بوجہ نومشقی الفاظ مناسب کے انتخاب پر بہت کم قدرت ہے اکثر فارسی نما غیر مستند ترکیبات سے شعروں کو سجاتے ہیں چونکہ کسی ماہر فن سے تلمذ نہیں اس لئے کثرت سے لغزشیں پائی جاتی ہیں - ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ دل کی دنیا، صفحہ ۱۱ گیارہ شعر کا ایک قطعہ ہے جس میں پانچ قافیے شائیگاں ہیں معنویت معمولی۔ الفاظ ہی الفاظ کی سجاوٹ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ کائنات خوابگیں۔ دو راشک شبنمیں۔ فضائے نیلمیں۔ کوہ سیما زمزمے۔ حیا پرور جھجک، اسی طرح کے تکلفات سے نظم بھر میں کام لیا گیا ہے۔

۲۔ (فصل بہار) صفحہ ۱۵ پہلا شعر۔

خمار آگیں ہوا اودی گھٹائیں ہلکی ہلکی پھوار
سہانا دل ہے فرطِ شوق سے طائر چہکتے ہیں

مصرع اول ناموزوں۔ خمار آگیں ہوا کی ترکیب مہمل

پانچویں شعر کا پہلا مصرع ہے

عجب عالم ہے اس رنگیں سمے میں مے پرستوں کا

سماں کو سمے نظم فرمایا ہے۔ یہ اردو کی قابلیت کا حال ہے۔

۳۔ صفحہ ۲۱ اس صفحہ پر صرف دو شعر ہیں بطور قطعہ بند۔ پہلے شعر میں "نغمۂ"

اور دوسرے شعر میں "سجدہ ریز" قوافی مع ردیف ہیں لیکن دونوں میں
اشباع ہائے مختفی سے پورا کیا گیا ہے

۴۔ صفحہ ۱۸۔ پہلے شعر کا دوسرا مصرع ؎

آہ سورج کے رُخ تاباں کی ماری کائنات

کائنات کی کیا اچھی صفت بیان ہوئی ہے۔ دوسرے شعر کا دوسرا مصرع ؎

فکر میں ہے غرق اجڑی گود والا آسماں

زنانے محاورات کا صرف کیا برمحل ہے۔ چوتھے شعر کے قوافی "تازگی" "زندگی"
میں عیب ایطائے جلی ہے۔

۵۔ صفحہ ۲۳ دوسرے شعر میں

نالہ زا ہے کل فضا میں جس کی لے

نالہ زا کی ترکیب محتاج ثبوت ہے۔

۶۔ (نعتیں) صفحہ ۲۴۔ نعتیں صفحہ کا پر پانچ شعروں کا ایک قطعہ ہے۔ پہلے دوسرے تیسرے، اور پانچویں شعر میں فارسی قوافی نظم ہیں۔ "نغمہ سرائی"، "رنگیں نوائی"، "ساری خدائی"، "شیریں نوائی" ان سب قوافی میں یائے فارسی ہے جو مقطع سے گرتی ہے

۷۔ صفحہ ۲۷ پہلا شعر ؎

سینے کے داغ کو اب لیلائے بزم کر دے
شمع شعور دل کو رسوائے بزم کر دے

کیا کیا اچھوتی ترکیبیں اور نادر تشبیہیں ہیں سبحان اللہ۔

پانچویں شعر ؎

ہاں آہ نارسا بھی تیری جنوں جو کال ہو

اس جنوں چکاں کے ترکیب خانہ ساز کی کیا تعریف ہو۔

۴۔ (آبِ رواں) ۸۔ صفحہ ۳۳ و ۳۴ یہ شعر ہے

چالیں کچھ شوق اور کچھ شوق میں دیوانگی
ہے جنوں انگیز کیسی اُف تری شوریدگی

قوافی میں ایطائے جلی ہے۔ دوسرے شعر میں "موسیقی نواز" نظم فرمایا ہے یہ بھی طبع زاد معلوم ہوتی ہے۔

(نظمِ محبت) صفحہ ۳۹۔ پہلے شعر کا مصرعہ ؎

مذاق دردکبھی بیزار صبر کاری ہے

مصرعہ تمام و کمال مہمل ہے اور "صبر کاری" کا تو جواب ہی نہیں ہو سکتا۔

صفحہ ۴۱۔ پانچویں شعر کے پہلے مصرع میں "شکوہ نوائی" کی خودساختہ ترکیب قابلِ داد ہے۔

صفحہ ۵۰۔ پہلا مصرع ؎

تو ہے وہ سرو آتی نہیں جس کو خزاں

محاورہ تراشنے میں خاص دستگاہ ہے۔ اردو فارسی ہر زبان میں جدید الفاظ تصنیف کر لینے کی پوری مہارت حاصل ہے۔

(عالم اضطراب) صفحہ ۵۳ آخر مصرع ؎

داغہائے دل بنے جاتے ہیں پھول جلتے دیے

جلتے دیے کی کیا تعریف ہو سکتی ہے۔

(بہار) صفحہ ۵۵ پہلا مصرع ؎

یہ بوندیاں، یہ ہوائیں، یہ کیف بار سماں

کیف بار بھی اچھوتی ترکیب ہے۔

صفحہ ۵۹ پہلا شعر ہے ۔

لیلیٰ گذر چکی ہے او ہاتھ ملنے والے

محمل کی گرد کو ہی اب رہنما بنا لے

دیکھیے گردہی کو اگر فرماتے تو محمولی کی بندش ہوتی۔ گرد کو ہی نظم کرنے سے وزن کمال کس قدر بڑھ گیا۔

صفحہ ۶۳۔ تیسرے شعر کا پہلا مصرع ہے

کھکھلاتی آبشاریں اور اُبلتی ندّیاں

جدّت طرازی اسے کہتے ہیں۔

چوتھے شعر کا مصرعہ آخر ہے

جاری ہیں فوارے ہر سو موجزن تالاب ہیں

جاری کی "ی" گر گئی۔

صفحہ ۶۴۔ تیسرے شعر کے قوافی میں "پھولوں والیاں" "جھولوں والیاں" نظم ہے۔ حالانکہ صحیح لفظ "پھول والیاں" اور "جھولے والیاں" ہے۔

صفحہ ۶۵ تیسرا شعر ہے

وہ پھدکتی ننھی چڑیوں کے سحر زا چہچہے

پھر اسی صفحے کے آخر میں ایک مصرعہ ہے ہے

"اس خمار آگیں سمے میں گاہ جگنو کی چمک

"سحر زا چہچہے" اور "خمار آگیں سمے" ان ترکیبوں کا کہیں جواب ہوسکتا ہے

دسیر کو سہار صفحہ ۷۱ پر چوتھا شعر ہے

یہ ہجوم سبزہ و گل یہ ہوائے فرح بار

لغت میں فرح بہ فتحتین ہے مگر نادر الکلام شاعر نے بسکون ثانی نظم کیا ہے اور بار کے ساتھ ترکیب دے کر محاورہ فارسی میں معقول اضافہ ہے۔

صفحہ ۷۶ - چوتھا شعر ؎ روح مضطر جس کے تالب کی ہے اک نقش رواں
میں نہاں سینے میں تھا جس کے مرتعش کچھ بجلیاں

یہ ، نقش رواں ، اور ، مرتعش بجلیاں ، کون کہہ سکتا ہے۔

(گذشتہ شب) صفحہ ۸۷ آخر مصرع ؎

میرے دامن میں جھم جھم آنسوؤں کا مینھ برستا تھا

آنسوؤں کا مینھ جھم جھم برسنا بھلا کوئی کہہ سکتا ہے۔

صفحہ ۹۷ - مصرع ہے ؎ کہ تخت و تاج جہاں اہل شاہ ہو نہ سکا

، اہل شاہ ، کی بھی کس قدر با محاورہ ترکیب ہے۔

صفحہ ۸۷ - مصرعہ ہے ؎

جو مجھ سے ستم ڈھائے اس کو ہی نہ ہو معلوم

اسی کو نہ معلوم ہو کے مقام پر "اس کو ہی" کس قدر فصیح ہے۔

تمام نظمیں ایسی ہی مہملات سے بھری ہوئی ہیں۔

۳۔ ابتہاج و باج - مصنف مولوی محمد تاج الدین حیدر صاحب بیرسٹر۔ ۱۸ نظموں کا مجموعہ ہے۔ تعداد صفحات ۴۹۔ اسٹار تخمیناً ..۴ - کاغذ اچھا ہے مگر لکھائی چھپائی بہت معمولی ہے سال اشاعت ۱۹۳۲ء کلام برا نہیں، زبان بہت سلیس اور صاف ہے۔ خیالات بھی پاکیزہ۔ نظمیں گو کہ بہت چھوٹی ہیں لیکن کارآمد و مفید اس مختصر مجموعے میں کچھ "ننی" لغزشیں جا بجا ہیں۔ عروض و قافیہ کے عیوب نے اس کی حیثیت گھٹا دی ہے اور درجہ اوسط میں شمار ہونے

کے تابع کر دیا۔ ملاحظہ ہوں :۔

(بمبئی) صفحہ ۱۳ پہلے شعر میں "آفرینش" اور "نمائش" کے قوافی نظم ہیں جن میں ایطائے جلی ہے۔

(صبح بہار) صفحہ ۱۷۔ نظم بحر مضارع میں ہے۔ چار رکنی کا شعر (مربع) صدر و ابتدا اخرب عروض و ضرب سالم بر وزن مفعول فاعلاتن، مفعول فاعلاتن۔ اس نظم میں یہ شعر بھی ہے ؎

جوبن پہ ہے پھلواری   دولہن بنی ہے کیاری

بر وزن مفعول مفاعیلن + مفعول مفاعیلن۔ لیجئے بحر بدل گئی یعنی بحر ہزج (مربع) صدر و ابتدا اخرب عروض و ضرب سالم وزن پیدا ہو گیا۔ اس نظم میں یہ شعر ہے ؎

پیڑوں نے زیور پہنا   بھاری ہے کیا کیا گہنا

شعر بحر مضارع میں ہے لیکن (د) وزن سے خارج ہو گیا اس لئے شعر ناموزوں ہے۔ اس طرح اس شعر میں ؎

کیا گل ہے کیا گل رسی   کیا شان ہے میں واری

گلکاری کا (ل) تقطیع سے گرتا ہے۔ یہ عروضی اغلاط ایسے ہیں جن سے نظم کی وقعت گھٹ گئی۔

(ہند و مسلم) صفحہ ۱۸۔

خلق اسلام کو قربانی پہ قرباں کیجئے

قربانی کی (ی) تقطیع سے گر گئی ہے یہ عیب ہے۔

صفحہ ۲۰ پہلے شعر کے قوافی "دیکھے" اور "..." میں ایطائے جلی ہے۔

اسی صفحے پر چھٹے شعر کا دوسرا مصرع ؎

ستارے چھپتے ہیں ممقولہ کے زیب و زینت سے

بر وزن چار مفاعیلن نہیں ہے ایک سبب خفیف ہے ممکن ہے کتابت کی غلطی ہو۔

(حسن) صفحہ ۲۴ پہلا شعر اس قطعے کا جو رباعی کے وزن میں نظم کیا گیا ہے

یہ ہے سہ

ہے حسن نظر فریب و دلکش منظر اچھی صورت یہ ہے نظر جاتی

دوسرے مصرعے میں ایک سبب خفیف زیادہ ہے اس لئے شعر ناموزوں ہے

صفحہ ۳۰ تا ۳۱ - دونوں صفحوں میں لفظ "سلطانی" جہاں جہاں نظم ہوا ہے

ن کی دکھا گرتا ہے یہ عیب ہے۔

صفحہ ۳۷ - تیسرا شعر سہ

کوٹھیاں شمع کی ہیں عکس فگن پانی پہ

دیکھنے آئی ہیں تالاب سے اپنا منظر

سے کی جگہ "میں" ہونا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ کتابت کی غلطی ہو

صفحہ ۴۳ - آٹھواں شعر سہ

بولے کبھی کرتے نہیں گلچیں کا گلہ ہم

بلبل کو بھی کچھ صید و قفس کا نہیں کچھ غم

پہلا "کچھ" شعر میں بے کار ہے۔

(مزدور) صفحہ ۴۵ - نواں شعر سہ

اہل زر مالک ہیں آراضی کے لیکن اصل میں

ہے یہ مزدوروں ہی کے نخل ریاضت کا ثمر

آراضی غلط ہے۔ اراضی ارض کی جمع ہے نہ کہ آراضی۔

(تغزل) صفحہ ۵۳ دوسرا شعر سہ

فرشتوں کو سلیقہ کیا ہے اُن کے ناز اٹھانے کا
ہمارے سامنے ہوتے کبھی وہ محفل آرا بھی

اس شعر میں "بھی" کا مقام (ہمارے) کے بعد ہونا چاہیئے، اس لئے شعر میں تعقید ہے۔ ردیف چسپاں نہیں۔

(نسیم سحر) صفحہ ۵۵۔ چھٹے شعر کا دوسرا مصرعہ
رگ گئی، گھبرا گئی، کپ گئی، تھرّا گئی۔

"کانپ گئی" اردو کا روز مرہ ہے کپ گئی نہیں ہے۔

صفحہ ۵۹۔ چوتھا شعر بحالت موجودہ ناموزوں ہے۔ ممکن ہے کچھ کتابت کی غلطی ہو۔ اسی صفحے پر نویں شعر میں "انا بشرٌ" بروزن مفاعیلن نظم ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ کلمہ "انا بشرٌ" بروزن مفاعلن ہونا چاہیئے۔ بشرٌ از روئے لغت ہے بفتح اول وسکون ثانی صحیح نہیں۔

صفحہ ۱۱۳۔ پہلے اور دوسرے شعروں کے مصرع آخر میں دو دو سبب خفیف کی کمی ہے۔ شعر یہ ہیں:-

(۱) بے مستی کے ہونٹوں پر گلبرگ خدایا قوت نثار
بے سرمے کاجل کی آنکھیں۔ رشکِ چشم غزال

---

(۲) گورے تلوؤں میں ہے مہاور رنگ حنا سے شہید
وقت خرام ناز ہزاروں۔ دل ہونگے پامال

۴۔ "لمعات بصیر"

مصنفہ بصیر بدایونی۔

۹۴ مضامین، ۵۲ غزلیات، ۶۰ رباعیات، ۴۶ قطعات کا مجموعہ تعداد صفحات ۴۶ اشعار تخمیناً ۷۰۰ کاغذ، کتابت وطباعت معمولی سال اشاعت کہیں درج نہیں نظمیں مفید وکارآمد ہیں اور خیالات بھی پاکیزہ۔ انداز بیان شاعرانہ نہیں بلکہ خطیبانہ ہے۔ زبان اور عروض وقافیہ کی خامیاں بہت ہیں اس لئے یہ کتاب متوسط حیثیت کی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں:۔

صفحہ ۲۔ میں "منحصَر" کو منحصِر اور "مقتدِر" کو مقتدَر نظم کیا ہے۔

صفحہ ۳۔ میں "عوض" کو عیوض نظم کیا ہے۔

صفحہ ۴۔ میں یہ مصرع ؎ کفر وظلمت کی ہو دنیا میں پیدا انقلاب
تعقید لفظی کا نمونہ ہے۔

صفحہ ۵ یہ مصرع ؎

خوف رب کا اور برائی سے حذر ہم میں نہیں

"میں" کی جگہ "کو" ہونا چاہئے۔

صفحہ ۷۔ اس شعر میں ؎

قوس کی اس وقت بھی رنگیں ادائیں تھیں وہی
دہر کے در میں یہ سورج کی شعاعیں تھیں وہی

قوافی غلط ہیں۔

صفحہ ۹۔ ؎ ایک ہیں تجھ ایک ہی قدرت کے دو منظر عیاں

یہ طرز خطابت خلاف محاورہ ہے ؎

صفحہ ۱۱ ؎ یا حجابات حرم میں شیریں نازک ادا
مصرعہ ناموزوں ہے۔
صفحہ ۱۲۔ ؎ کیفیات قلب ہوتیں اور سبزے کے سماں
ہوتیں" کی جگہ "ہوتے" چاہیئے۔
صفحہ ۱۳۔ بروز" کو مذکر نظم کیا ہے حالانکہ یہ لفظ مونث ہے پھر اسی صفحہ پر
یہ مصرعہ ؎
کب یہ ممکن ہے ہو اپنے راستے سے برطرف
"ہے ہو" کی وجہ سے مصرع میں تنافر پیدا ہو گیا ہے۔
صفحہ ۱۵۔ "ملکہ" کو "ملکہ" نظم کیا ہے
صفحہ ۱۶۔ طلائی کی مدی، تقطیع سے گر گئی ہے
صفحہ ۱۸۔ حیل بروزن نیل بمعنی حیلہ نظم ہے
صفحہ ۲۶۔ "ایکہ ترے" خلاف محاورہ اردو نظم ہے، اسی صفحہ پر رمضان
بسکون میم نظم ہے۔
صفحہ ۲۷۔ شان و دبدبا کو الف کے ساتھ قافیہ کیا ہے اور ہائے مختفی کو
الف سے بدلا ہے حالانکہ مرکب اضافی یا عطفی میں جب معطوف یا مضاف الیہ
کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو وہ الف سے بضرورت قافیہ بدلی نہیں جا سکتی۔ اسی
صفحہ پر ایک مصرعہ ہے ؎
گر کوئی ڈوبا ہوا ابھلے تو جانو ہے کمال
صفحہ ۲۹۔ ڈوب کر ابھلے ہماری قوم۔ الخ۔ نظم ہے اس مقام پر ابھرے
نظم ہونا چاہیئے تھا جو ایک فصیح لفظ ہے۔ اسی صفحہ پر ایک ہے تری بلندی الخ۔
نظم ہے یہ ترکیب قطعاً خلاف محاورہ ہے۔ اردو زبان کا یہ روزمرہ نہیں۔

صفحہ ۳۲۔ پابندگی بجائے پابندی غلط نظم ہے۔
صفحہ ۳۴۔ مصرعہ ہے ؎

لوح دل سے تاقیامت بھی نہ جو محو ہو سکے

ہو سکے کی تقطیع سے گر گئی ہے اسی صفحہ پہ بوجہلہ وزیر بروزن
فاعلاتن فاعلات اور بوحنیفہ وغزالی بروزن فاعلاتن فاعلن باشباع ملنے
تحقیق غلط ہے۔
صفحہ ۳۵۔ مصرع ؎

لوح دل سے کب یہ ممکن ہے کہ جو محو ہو سکے

ہو سکے کی (ہ) گر گئی پھر اسی صفحہ میں طمع بروزن نعل کو طمع بروزن
قاع باندھا ہے یہ غلط ہے۔ باپ دادا کو باپ دادے خلاف روزمرہ اردو
نظم کیا ہے اسی صفحہ پہ یہ شعر ؎

دوربینی جن کی تھی مشہور آفاق وزماں
اپنے قدموں کے تلے کی بھی نہیں اب دیکھتے

اس میں ذم کا پہلو نکلتا ہے۔
صفحہ ۳۶۔ اسی طرح ذم کا پہلو اس مصرعہ سے بھی پیدا ہوتا ہے ؎

پہلے تو کر بعد میں تائید ہوگی غیب سے

صفحہ ۳۷۔ دوسرا ہے شعلۂ جوالہ از نار جحیم
اس مصرعہ کی ترکیب گنگا جمنی ہے۔ اسی صفحہ پر ایک رباعی کا مصرع آخر
ناموزوں ہے ؎ ہے ایک جو جزتو اِک تودۂ گل۔
جز کے مقام پر اگر نظم ہوتا تو یہ عیب جاتا رہتا۔
صفحہ ۳۹۔ عید الضحیٰ بجائے عید الضحیٰ نظم ہے۔

صفحہ ۴۲ ۔ سے عصیاں   اب غوطے ہیں کھانے کے لیے ۔
عیب تعقید ہے ۔ اسی صفحہ پر دن بدن نظم ہے یہ ترکیب بھی غلط ہے ۔
صفحہ ۴۶ ۔ سے   مخالف کے کبھی دل میں جس کے باعث قدر ہو جاتی
خلاف محاورہ ہے ۔
صفحہ ۴۷ ۔ "دسترس" کو مونث نظم کیا ہے یہ لفظ مذکر ہے ۔
صفحہ ۴۹ ۔ "تہلکہ" بروزن "قدمچہ" غلط نظم کیا ہے ۔
صفحہ ۵۰ ۔ "ملتہب" اور "مضطرب" کو "غضب" اور "سبب" کا قافیہ قرار دیا ہے قطعاً غلط ہے ۔
صفحہ ۵۱ ۔ سے صحرا کے ذرے ذرے میں اخگر سی ہے نہاں ۔
"اخگر" کو مونث نظم کیا ہے ۔ اسی صفحہ پر "لباط جہاں" بالاعلان نون نظم کیا ہے غلط ہے اور ایک مقام پر "زہرا" کا الف تقطیع سے گر گیا ہے ۔
صفحہ ۵۵ ۔ "تضیع معاد" "تضیع معاد" نظم کیا ہے یہ بھی غلط ہے ۔
صفحہ ۵۸ ۔ "تمغۂ انسانیت" بجائے "تمغائے انسانیت" نظم کیا ہے یہ بھی قطعاً غلط ہے ۔
صفحہ ۶۳ "سنورا" اور "سنایا" کے قوافی میں ایطائے جلی ہے پھر اسی صفحہ پر یہ مصرعہ ہے سے

دنیا کے بکھیڑوں سے سلجھنا ہے محال

"سے" کی جگہ "کا" ہونا چاہیے ۔

۴- سبد گل

مصنفہ

عالیجناب لسان الشعرا مولانا مولوی سید اولاد حسین صاحب۔ شاعر لکھنوی

بارہ نظموں کا مجموعہ تعداد صفحات ۸۰، اشعار تخمیناً ۹۰۰ - کاغذ معمولی۔ کتابت وطباعت بھی معمولی۔ اشاعت کا سن درج نہیں۔ تخلص شاعرؔ ہے لیکن کلام متشاعرانہ۔ ہر نظم میں آورد ہی آورد ہے آمد کا نام نہیں۔ ہر شعر بے مزہ۔ خیالات نامربوط۔ طرز ادا کاواک۔ بندش بے حد سست۔ صرف محاورات بیشتر غلط اور بے محل۔ سلیقہ نظم مفقود۔ معنوی و لفظی عیوب بکثرت موجود۔ الفاظ نامانوس، زبان غیر فصیح۔ لغزشیں اور خامیاں مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں:-

قصیدہ صفحہ ۳۔ "صبارو" بجائے "صبا رفتار" ساتویں شعر کے مصرع آخر میں ہے ترکیب نامانوس و محتاج سند۔

ہمارا وطن صفحہ ۴۔ "رو دیکھا" منہ دیکھا کی جگہ۔ مسدس کے دوسرے بند میں نظم ہے اور بضرورت قافیہ لایا گیا ہے۔ لیکن خلاف محاورہ اردو ہے۔

صفحہ ۶۔ "ایک سال" بجائے یکساں، غلط ہے۔ تیسرے شعر میں ہے

صفحہ ۷۔ چھٹا شعر ہے

اسی دولت کی لالچ میں اٹھے اور آ رہا آئے
بہاتے کشتیوں کو بے تگ بندی ناخدا آئے

لالچ ثقات و فصحا کی زبان پر باتذکیر مستعمل ہے ممکن ہے کہ بعض عوام الناس لکھنؤ میں اسے مونث بھی بولتے ہوں۔ کشتی کھینے کی جگہ کشتی بہانا، لکھنؤ کا محاورہ نہیں ہے

صفحہ ۹۔ مسدس کے تیسرے بند میں "عصبیّت" کو "عصُبیت" نظم کیا ہے قطعاً غلط ہے۔

صفحہ ۱۰۔ مسدس کے آخری بند میں ؎

تلاطم ہے یہی شاعر تو بچنا جاں کا مشکل ہے

استعمال جاں بہ نون غنہ۔ بصورت عدم ترکیب عطفی و اضافی اردو میں غیر فصیح اور قبیح سمجھا جاتا ہے۔ باعلان نون ہونا چاہیے۔

اسی صفحہ پر نویں شعر میں "حباب پاس نگاہ" کی ترکیب محتاج سند ہے۔

صفحہ ۱۱۔ بارہویں شعر ؎

نظر لگا نہ سکے تاکہ دیدۂ بد بیں
تھا بھونرے جونرے میں غاروں کے مدتوں سے مکیں

جونرے بھونرے میں پلے یا جونرے بھونرے کے پلے، عورتوں کا محاورہ ہے۔ ایسے بچوں کی نسبت استعمال کرتی ہیں جو کسی محفوظ مقامات پر ناز و نعمت سے پلے جائیں اور نظر بد کے خوف سے باہر نہ نکالے جائیں۔ وہ جونرے کے پلے کہتی ہیں۔ اور دو بچوں کے جوڑے کو وہ جونرا، بھونرا کہتی ہیں۔ یہ پیار کے نام سمجھے جاتے ہیں۔ جونرا بھونرا بہو بیگم صاحبہ کے خزانے کا نام بھی تھا اور عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ میں دو بچے ہاتھی کے جن کے گلوں میں سونے کی گھنٹیاں ڈالی گئی تھیں۔ اور پیروں میں کڑے پہنائے گئے اور محل کے اندر گھومتے پھرتے تھے انھیں ناموں سے پکارے جاتے تھے بھونرا اصل میں بھونیرا تھا۔ ہندی میں قلعے کے اندر والے تہ خانے کو کہتے ہیں جس کے اندر خزانہ رکھا جائے۔ (ہندی شبد ساگر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۹۹۔ ملاحظہ ہو) بہر کیف محاورے میں جونرا اور بھونرا یا جونرے بھونرے مستعمل ہے، بھونرے جونرے قطعاً غلط ہے۔

صفحہ ۱۲۔ آٹھواں شعر ؎

مجھے کسی کے بڑھانے میں کوئی عار نہیں۔

ہوں رود گنگ مسلمان عہدیدار نہیں

عہدہ دار کو عہدیدار لکھنا تو ممکن ہے کاتب کا قصور ہو۔ لیکن مصرعے کا مطلب بجز المعنی فی بطن الشاعر کے اور کیا ہے۔

نمود صبح۔ صفحہ ۱۴۔ نمود صبح کے دوسرے بند میں ارشاد ہوتا ہے ؎

نیلا جوڑا ابر میں گویا غم نشیں پامال طور

غم نشیں کی ترکیب ایجاد بندہ ہے سبحان اللہ قادر الکلامی اسی کو کہتے ہیں۔ اسی بند کی بیت کا مصرع ادنیٰ ملاحظہ ہو ؎

کشتِ شبنم درج لب مشرق نہیں ہے زہر ہے

یہ "شبنم درج لب مشرق" کی بندش تو اپنا جواب نہیں رکھتی۔

صفحہ ۱۵۔ پہلے بند کے آخری مصرع میں ؎

عالم زر ہے نہاں گویا شگافِ شرق میں

یہ شگافِ شرق خدا معلوم کون سا شگاف ہے۔ اور پھر اس میں عالم زر کا نہاں ہونا تو نورٌ علیٰ نور۔ "عالم ذرہ" کو "عالم زر" لکھنا معلوم نہیں کاتب صاحب کی جدت طرازی ہے یا خود شاعر صاحب کی۔ بہرکیف قابل داد ہے۔

صفحہ ۱۶ ار تیسرا شعر یعنی پہلے بند کی بیت ؎

راگ سمجھے ہیں حقیقت صبح نغمہ بار کی
کھنک رہی ہے طائروں میں بانسری منقار کی

نغمہ بار کی خود ساختہ ترکیب اور اس میں ہائے مختفی کا اشباع اور بانسری کا کھنکنا۔ یہ فارسی اور اردو کے عجیب وغریب محاورات سوا لسان الشعراء کے اور کون باندھ سکتا ہے۔ بانسری گویا صور ہے یا ناقوس کہ اس کے لیے کھنکنا استعمال ہوا ہے۔

دوسرے بند کی بیت ؎

یاد حق ہونے لگی گرہِ رگِ دل کھل گئی
روشنی میں سبز کونپل کی حمائل کھل گئی

گرہ لغت میں بکسر تینی ہے، اسے بسکون نظم فرمایا ہے۔

اسی صفحے پر تیسرے بند کا دوسرا مصرع ؎

صبح کی ساری ہوا گر رہے ہیں جانور

ساری ہوا کی ترکیب ادب اردو میں اضافہ ہے۔

صفحہ ۱۷۔ تیسرا شعر ؎ سب سے زالے ہے اثرگو کوہ پر تاثیر صبح
ہے جلا گر سینۂ تاریک کی تنویر صبح

یہ "اثرگو" و "جلاگر" بھی ادبِ عجائب المخلوقات سے ہیں۔

چھٹے شعر میں ؎

صبح کا جلوہ بہاروں میں ہے قدرت کی دلیل
ذرہ ذرہ سنگ کا ہے نجم بیں شکل خلیل

"نجم بیں" خانہ ساز اسم فاعل سماعی۔ نیا سکہ ہے مگر ٹکسال باہر۔

صفحہ ۱۸۔ پہلا شعر ؎

اک طرف خاموش بہتی نہر اور ساکت سحر
چپ کھڑا ہے صبح کا نوری فرشتہ کھولے پر

سبحان اللہ جدتوں کی کیا تعریف ہوسکتی ہے "ساکت سحر"، "نوری فرشتے" کی نوتراشیدہ مہمل ترکیب قابل تعریف ہے۔

صفحہ ۱۹۔ دوسرا شعر ؎

خیط ابیض اور اسود میں ملا جب سازِ بار

خیط ابیض و اسود کی جگہ خیط ابیض اور خیط الاسود مرکب اضافی قواعد سے کس قدر درست ہے۔ اسی طرح ساز باز ملنا کتنا بامحاورہ ہے۔

صفحہ ۲ پانچواں شعر ؎ آپ پانی ہو گئی عارض کا پانی دیکھ کر

عارض کا پانی بھی افاداتِ جدیدہ سے ہے۔

صفحہ ۲۳۔ نویں شعر میں غبّارے نظم کیا ہے۔ یہ عامیانہ زبان ہے۔ فصحا بلا تشدید نظم کرتے ہیں۔

صفحہ ۲۷۔ سولھویں شعر میں ؎ تسخیر ہوا جہاں کو سایا

المعنی فی بطن الشاعر

صفحہ ۲۹ آٹھواں شعر ؎ قاتل زرہ پوش و رہزن
شمشیر تری ہے جسم افگن

زرہ لغت میں بکسرتین ہے جسم افگن کی ترکیب خود ساختہ ہے

صفحہ ۳۰۔ دوسرا شعر ؎ اب تو نہیں صرف اک تارا

خونریزی و مفلسی و نوزارا

المعنی فی بطن الشاعر۔

صفحہ ۳۱۔ دوسرے اور پانچویں شعر "آبشار" کا لفظ بالتذکیر نظم ہوا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ مونث ہے۔

صفحہ ۳۲۔ آٹھویں شعر میں "ناسور دل" کی ترکیب الوکھی ہے۔

بے قرار و مضطرب "ناسور دل" شوریدہ سر،

صفحہ ۳۳۔ پہلا شعر ؎

تجھکو کس کی جبر گیری نے کیا ہے صبر کوش

ماشاءاللہ دونوں ترکیبیں نو ایجاد ہیں۔

صفحہ ۳۴۔ آٹھواں شعر ؎ بام خانہ پریشاں جائے کوہ نور ہے
مصرعے کا وزن سمجھ میں آیا نہ معنے۔

صفحہ ۳۵۔ تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ؎
دل کشا ہے بستر دل بربرت کے افسانے کو دیکھ
بستہ دل بجائے دل گرفتہ ایجاد بندہ ہے۔

صفحہ ۳۸۔ نویں شعر کے آخری مصرع میں قرآن خوانی باعلان نون آخر نظم ہے ؎
برق شمع قبر ہے اور رعد قرآں خواں ہے
بارہویں شعر کا مصرع اولی ؎ فقط جنگل دو زباد سام میں گم ہوگیا
عجیب و غریب معمہ ہے۔

صفحہ ۴۱۔ پہلے شعر میں فالسئی کو فالسائی نظم کیا ہے۔

صفحہ ۴۲۔ پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ؎
ربط اعضا کے بقا میں حال کیوں تغیر ہے
تغا مونث ہے اسے مذکر نظم کیا ہے۔ مصرعے کا مطلب بالکل خبط ہے۔ اسی شعر کے آٹھویں شعر میں مصرعے کے آخر میں طالع تقدیر نظم ہے۔ حالانکہ طالع و تقدیر مترادف الفاظ ہیں۔

صفحہ ۴۳۔ آٹھویں شعر کا دوسرا مصرع ؎
احتمال نور کے قابل اگر ظلمت نہیں
المعنے فی لطن الشاعر۔

صفحہ ۴۴۔ پہلا شعر ؎ پردہ گر ہے جس کا نظارہ وہی ہے پردہ در
پردہ گر بمعنی پردہ ساز۔ ایجاد بندہ
ساتواں شعر ؎ حسن آتش کیفیت کو رحم اگر آتا نہیں

آتش کیفیت بمعنی آتش مزاج - خودساختہ ہے

جو دسواں شعر سے

وادیٔ پر خار ایمن میں بتاتی ہے چمک

بے نیاز مستی سنجاب و قاقم جسم ہے

مستی کا لفظ کس قدر با موقع و ضرور ی ہے۔

صفحہ ۴۵۔ دوسرے شعر کا آخر مصرع سے

جس سے بے کھٹکے میں سو جائیں مردم حسن ہے

مردم پتلی کے معنوں میں ہے اس مقام پر بجائے "وا" کے در نظم ہونا چاہیے۔

(شمارہ) پانچویں شعر کا مصرع آخر سے

درس حکمت کا معلم تھا میں مانند کلیم

الفاظ خط کشیدہ میں تنافر ہے۔

صفحہ ۴۸۔ تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں بھی تنافر ہے سے

کروٹیں لیتا ہوں میں سن کر ہر اک کو بے قرار

صفحہ ۵۰۔ پہلے شعر کا آخر مصرع سے

تھی جناں مخفی مگر میں بوئے گل بن کر گیا

جناں کو مونث نظم کیا ہے یہ لفظ مذکر ہے۔

ساتویں شعر کا پہلا مصرع سے

مرشد سے قتل نے ہابیل کے پایا نمود

نمود کو مذکر نظم کیا ہے یہ لفظ مونث ہے۔

نویں شعر کا دوسرا مصرع سے

جس جگہ ہے آج پانی کل یہاں تھا نار و دود

تقاضائے جرأت ہونا چاہیئے ۔
گیارھویں شعر کا دوسرا مصرع سے میں نے دیکھی شمع کشتی سے جلتے ہوئے ۔
المعنے فی بطن الشاعر ۔
صفحہ ۵۲ ۔ پہلا شعر سے ردد موسے کی دکن میں اثر نور زار موجیں ملیں
نور زار غلط و غیر مستند ترکیب ۔
تیسرا شعر سے مجھ پہ جاں دیتے رہے جو جو تھے میرے قدرداں
نون غنہ اس لفظ کے آخر میں غیر فصیح ہے ۔
چوتھا شعر سے جانتا تھا بات جو دل سے نہ ہووے رائیگاں
عیب تنافر ہے ۔
(نورجہاں) صفحہ ۵۷ ۔ ساتویں شعر کا مصرع آخر سے
ورنہ غربت کہاں اور سلطنت ہند کہاں
الف اور نون کا اس قدر دبنا قبیح ہے اور ناخوش آئند ۔
(محبت) صفحہ ۶۰ ۔ تیسرے بند میں تجانس اور تشاکل کے کھدے کھدے لفظ نظم ہیں ۔ اس بند کا تیسرا مصرع ہے سے
کبھی تھا انس بو سے روئے گل کے لیتا تھا چھپ کر
لیتا کا الف بالکل لیٹ گیا ۔
صفحہ ۶۳ پہلے بند کے پہلے شعر کا دوسرا مصرع سے
کھلی الفت کی ۔۔ نکہت مصر کی پر زور دھاروں میں
یہ مصر کی پر زور دھار خدا جانے کیا بلا ہے ۔ اور مصرع کا مطلب آخر کیا ہوا ۔
صفحہ ۶۶ ۔ پانچواں شعر سے عرب میں ایک عرصہ تک رہا ہے ننگ دانائی
عرصہ بمعنی مدت غلط نظم ہوا ہے ۔

صفحہ ۶۷۔ نواں شعر ؎ ہو گھونگھر زلف میں اسلام کے مسلم جو حبشی ہو

صحیح لفظ حبشی ہے۔

صفحہ ۶۸۔ پہلے بند کے چاروں قافیے یکساں نہیں "روی" بدل گئی ہے

صفحہ ۶۹۔ دسویں شعر میں منبع گل بجائے گل نظم ہے اور گیارہویں شعر میں جلوہ گاہ ۔

صفحہ ۷۰۔ دوسرے شعر میں چھوڑی عصا نظم ہے۔ عصا مذکر ہے مونث نہیں ہے۔

صفحہ ۷۵۔ پہلے شعر میں خوں کے رنگ سے نظم ہے بجائے نون غنہ نون معلن فصیح ہے۔

صفحہ ۷۶۔ پہلے شعر میں ایک نیا محاورہ صرف ہوا ہے ؎

عورتوں کے دل پہ بیٹھے ہیں کہ غم اٹھتے نہیں۔

دوسرے بند کے دوسرے پانچویں شعر میں خوں نون غنہ نظم ہے اور پھر تیسرے بند کے چوتھے مصرع میں بھی یہی سقم ہے

صفحہ ۷۸۔ موقع بے موقع صرف محاورات کا شاعر صاحب کو بہت شوق ہے پہلے بند کا چھٹا مصرعہ ملاحظہ ہو ؎

حد یہ ہے اسپین کی آنکھوں کا پانی مر گیا۔

آنکھوں کا پانی مرجانا بے حیا ہو جانے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اس بند میں یہ محاورہ بالکل فضول ایسے محل باندھا گیا ہے۔ اسی صفحہ کے آٹھویں شعر میں حسب عادت خوں نون غنہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔

صفحہ ۷۹۔ پہلے شعر میں ایک لفظ نظم ہوا ہے ساجھے دار، حالانکہ اس مقام پر صحیح لفظ حصہ دار نظم ہو سکتا تھا۔

دسویں شعر میں صدیوں تشدید نظم ہے جو قطعاً غلط ہے

نوٹ:۔ مختصر سی کتاب اس میں بیسیوں غلطیاں املائی ہیں جن کا ذکر اس تبصرے میں نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ کاتب کے سر منڈھی جا سکتی ہے۔ معنوی بے اعتدالیاں تو اس میں کثرت سے ہیں۔ اگر ہر شعر پر تبصرہ کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب تیار کی جائے گی۔

۵۔ جلوہ زار

مصنفہ اندرجیت شرما

ادبی، اخلاقی اور نیچرل نظموں کا مجموعہ۔ مختلف مضامین پر جس میں ۱۰۳ نظمیں ہیں اور ۱۷۰ صفحات۔ تعداد اشعار تقریباً ۱۱۰۰۔ کاغذ۔ کتابت و طباعت معقول سال اشاعت درج نہیں۔ کلام شاعری میں ڈوبا ہوا۔ زبان نہایت سلیس و شستہ۔ خیالات پاکیزہ و بلند۔ ہر صنف کلام پر حاکمانہ قدرت ہر مطابق موضوع انتخاب کا سلیقہ۔ بندشیں نہایت چست و درست، فنی و لسانی لغزشیں بہت کم مثلاً۔

(چاند) صفحہ ۱۴۔ بچوں کے لئے ایک نظم "چاند" پر کہی ہے اس میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے آ کر مجھے جگائے گا۔

مری رات میں مجھے کی جگہ مجھ کو ہوتا تو بہتر تھا۔

ع میری نظر چرائے گا۔

نظریں مری چیر ڈالے گا۔ ہونا چاہیئے تھا اسی طرح

ع کھا کر مجھے رجھائے گا۔

مجھے کی جگہ تجھے کو مناسب تھا۔ کے وزن فعلن فعول فعلن فع بحر کا ایک

وزن متروک ہے اور فعلن فاع اور فعولن فع کا وزن رائج

صفحہ ۱۷۔ ع خردوں کو اڑاتی ہے پروے کی ہوا میں

پُروا کی ہوا ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۱۸۔ یارات کی لیلے کے زینت کے گہر ہیں۔

اس میں تکرار بری معلوم ہوتی ہے۔

اسی صفحے پر یہ مصرع ع

ہو کر بھی سراپا شمع پروانے ہیں ناداں

شمع کا عین بصورت تقطیع میں آسکتا ہے۔ یہ مصرع کے درمیان اچھی

نہیں معلوم ہوتی۔

صفحہ ۲۰۔ ع یہ صدمے ہیں اُف کیسی ننھی سی جاں پر

جاں کا نون غنہ برا معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ ۲۹۔ سونگھا "چوسا" اور "بھیگی،، "دیکھیں،، کے قوافی میں ایطائے

جلی آگیا ہے۔ اسی طرح تاگا "مارا" میں لیکن یہ اشعار چونکہ ایک لڑکی کے منہ سے

نکلے ہیں لہذا عیب قوافی قابل گرفت نہیں۔

صفحہ ۳۸ ع دلوں کے آئینے اندھے ہوئے زنگ کدورت میں

ہیں کی جگہ سے ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۴۲۔ ع رنگ و بو میں آپ کو اف بھلا گیا ہوں میں

بھلا گیا ہوں میں اس مصرع میں غلط اور خلاف روزمرہ اردو ہے بھول گیا ہوں

میں چاہیئے۔

(بہار) صفحہ ۴۸۔ چھٹے شعر کے قوافی بنی - ملی میں ایطاف جلی ہے

(چاندنی) صفحہ ۴۹۔ ۵ مضطر تری جدائی میں دن بھر رہی چکور

روزمرہ اردو میں چکور مذکر ہے مؤنث نہیں۔

صفحہ ۵۴۔ ۵ منظر ہستی کا ایک اور سماں ہوتا ہے۔

ہستی کی (ی) گر گئی۔

صفحہ ۵۵۔ ۵ سیدھی ماد رہی ہے دھارا

اردو روزمرہ میں دھارا مذکر ہے۔

صفحہ ۵۷۔ ۵ سمجھ نہیں ہے گیانی نہیں ہے۔

بہ سکون میم تقطیع میں سمجھ کا لفظ پورا اترتا ہے لیکن ازروئے لغت سین میم دونوں حرفوں کو زبر ہے اس لئے اگر صحیح لفظ کو پڑھا جائے گا تو مصرع ناموزوں ہو جائے گا۔ یہ عیب اس مصرع میں ہے۔ رکن اول کو اگر اخرم مانیں تو مصرع صحیح کہا جا سکتا ہے۔ یہ اردو شاعری میں رائج نہیں۔

صفحہ ۵۹۔ تجبرزا کی ترکیب غیر مستند ہے۔ اور اسی صفحہ پر یہ مصرع فارسی محل ہے سے یکسر براد بہ غفلت اعتبارا صلا۔ اہل زبان براد نہیں استعمال کرتے بلکہ وہ برد نظم کریں گے۔ علاوہ اس کے تین مفاعیلن کا ایک مصرع اردو میں غیر مستعمل ہے۔

صفحہ ۶۰ - روحوں - پھولوں کے قوافی میں ایطاف جلی ہے۔

صفحہ ۶۳۔ پہلے شعر میں جلوہ بار کی ترکیب غیر مستند ہے اور چھٹے شعر میں (ی) گر گئی ہے۔

صفحہ ۶۴۔ ساتویں شعر میں تجلی زار کی (ی) گرتی ہے۔

صفحہ ۶۵۔ دوسرے شعر میں پہلو کا (و) گرتا ہے۔

صفحہ ۹۷۔ پہلے شعر میں ہر دل کو جو تڑپا دے نظم ہے جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہے۔

صفحہ ۷۔ ساتویں شعر میں ضیا، پاشتی کا لفظ مصنوعی فارسی ہے۔

صفحہ ۸۔ پانچویں شعر میں غازہ کرنا نظم ہے۔ غازہ ملنا چاہیے۔

صفحہ ۹۰۔ سہ ماضی تراوہ کیا ہوا اور کیا ہوا یہ حال۔

کیا ہو اکی جگہ کیا ہے ویسے ہوتا تو بہتر ہوتا۔

صفحہ ۱۰۲۔ پہلے شعر میں مٹا کر ہی نظم ہے اس کے مقام پر مٹا ہی کر بہتر تھا

صفحہ ۱۰۳۔ خسر کو خسُر بضمتین نظم کیا ہے غلط ہے۔

صفحہ ۱۱۰۔ ساتویں شعر میں بربادی کی ی گرتی ہے۔

صفحہ ۱۱۵۔ سہ تجھے لیکر بتا دے کیا بھلا دنیا کے دوں کر لوں

ردیف غلط ہے کر دوں ہونا چاہیے۔

صفحہ ۱۱۶۔ ایک ایک کے دو دو رنگیا، ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۲۲۔ دوسرے شعر میں سراپا کا الف گرتا ہے۔

صفحہ ۱۲۳۔ چھٹے شعر میں پاسبانی کی ی، گرتی ہے۔

صفحہ ۱۲۴۔ دوسرے شعر میں شنوا بہ سکون نون نظم ہے حالانکہ شنوا میں شین و نون متحرک ہیں۔

صفحہ ۱۲۷۔ ساتویں شعر میں جلوہ زا کی ترکیب ٹکسال باہر ہے۔

صفحہ ۱۳۱۔ پانچویں شعر کے قوافی، روشنی سہ جلوہ گری، میں ایطاف جلی ہے

صفحہ ۱۳۳۔ تیسرے شعر میں لفظ مستی کی ی، گرتی ہے۔

صفحہ ۱۳۵۔ تیسرے شعر میں جلوہ زا کی ترکیب فارسی ٹکسال باہر ہے

چوتھے شعر میں پہلو کا (و) گرتا ہے۔

صفحہ ۱۴۰۔ تیسرے شعر کا مصرعِ اولیٰ ؎

یہ زمانے میں کہاں دل کے بجھانے والے

دل کی لگی بجھانے والے سہی داہ ہے دل کی بجھانے والے غلط ہے۔

صفحہ ۱۴۱۔ چھٹے شعر میں رؤسا بروزن مفعولن غلط نظم ہے اور ساتویں شعر میں خانہ بربادی اور منظوری کی (ی) گرگئی ہے۔

صفحہ ۱۴۲۔ چوتھے شعر میں بدرسمی کی (ی) گرگئی ہے

صفحہ ۱۴۳۔ ؎ دل کا آئینہ سراسیمہ ہے جوانی میں۔

میں کی جگہ سے ہونا چاہیئے۔

اسی صفحہ کے چوتھے شعر میں اِس کو ہی نظم ہے اسی کو چاہیئے۔

صفحہ ۱۴۴۔ ؎ منہ پھیلا بند ہوا کبھو آزادوں کا۔ اس مصرع میں تعقید

اسی صفحہ پر آخر بند سے پہلے چار مصرعوں میں جو قوافی لائے گئے ہیں ان میں ایطا ہے قوافی یہ ہیں۔ رہوں + دیدوں + ہنوں + جلوں۔

صفحہ ۱۵۳۔ اس شعر میں ؎ لو کھل گیا معمہ حیات و ممات کا۔ معمہ ہائے ہوز سے غلط نظم کیا گیا ہے معما کے آخر میں الف ہونا چاہیئے۔ (ہ) کے ساتھ بلا ایلا اور غلط ہے۔ یہاں اگر الف سے لکھا جائے تو الف تقطیع سے گر جائے گا۔

دکوٹل صفحہ ۱۵۵۔ دوسرے شعر میں لکھا ہے کے متعا[illegible] پر یا ہے مناسب تھا

صفحہ ۱۵۶۔ ؎ جب رگ رگ پر ہوتا ہے میری بے ہوشی طار[illegible]

کوئی چپکے چپکے کانوں میں آکر یہ صدا دیتا ہے

یہ نظم بحر متدارک میں ہے دوسرا مصرعہ ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ ایک حرف متحرک ہونا چاہیئے جب وزن درست ہوگا۔

صفحہ ۱۶۲۔ یہ مصرع بھی وزن سے خارج معلوم ہوتا ہے ؎

تاریکی پر تاریکی ہے آتا نہیں کچھ نظر مجھے

کچھ نظر بوزن فاعلن ایک رکن سالم ارکانی مجنول و مجبول کے درمیان آگیا ہے اور یہ جائز نہیں ہے یا نظر کے (ظا) کو کلمہ ساکن کریں وہ بھی صحیح نہیں۔

صفحہ ۱۶۳ ۔ دیکھیں ان کو بھالیں ان کو۔ دیکھیں بھالیں دونوں روز مرہ میں ساتھ ساتھ بولے جاتے ہیں۔ دیکھیں اصل کلمہ اور بھالیں بطور تابع مہمل

صفحہ ۱۶۷ ۔ پہلے شعر میں جلوہ بار مصنوعی فارسی قابل ایراد ہے۔

(۶)

"متاعِ درد"

مصنفہ ثاقب کانپوری

اس مجموعے میں ۱۷ نظمیں ہیں ۵۵ غزلیں اور ۴۵ رباعیاں شامل ہیں۔ صفحات ۱۴۴ تعداد اشعار تقریباً (۱۴۰۰) تقطیع ۸/۱ ۲۲×۱۷ کاغذ سفید دبیز۔ کتابت وطباعت عمدہ بسال اشاعت شوال ۱۳۸۰ھ مطابق مارچ ۱۹۶۱ء کلام کے متعلق ایک مبسوط مقدمہ عندلیب شادمانی ایم۔ اے پروفیسر ڈھاکہ یونیورسٹی کا موجود ہے جس میں غزلوں کے منتخب اشعار پر تفصیلی تبصرہ بلکہ تقریظ ہے اور مسلسل نظموں کو ایک سرمایۂ کمال قرار دے کر ان کا ایک اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے رباعیات کی نسبت کوئی ذکر نہیں۔ میں نے ہر حصۂ کلیات کو نظر غائر سے دیکھا جائے اور میری رائے میں غزلیں مسلسل نظموں کی نسبت بہت بہتر ہیں جن اشعار غزل کا انتخاب مقدمہ نگار نے کیا ہے وہ باستثنائے چند میری نظر میں بھی قابل داد ہیں۔ علاوہ ان کے اور بھی شعر غنیمت ہیں۔

رباعیوں میں منجملہ ۵ ہم ۔ ۱۸ بہت خوب ہیں۔ اب رہیں مسلسل نظمیں ان کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ اوسط درجہ کی ہیں ثاقب صاحب کانپوری کے منظومات میں بالعموم پاکیزہ گا خیال پائی جاتی ہے۔ لیکن طرز بیان شاعرانہ نعض بلکہ خطیبانہ زیا ہے معمولی سی بات کو بھی وہ نوتراشیدہ پرشانی و شوکت الفاظ میں ادا کرتے ہیں اور ان میں غیر مستند فارسی نما ترکیبوں کو جدت طرازی سمجھتے ہیں۔ مزید برآں عروضی و فنی لغزشیں بھی کثرت سے ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں۔

(نغمہ وحدت) صفحہ ۳۔ دوسرے شعر میں "حیرت طراز تیری" بے معنی ترکیب ہے۔ صفحہ ۴۔ دوسرے شعر کے قوافی (بنا دیا ہے + چھپا رہا ہے) میں ایطائے جلی ہے۔

(میں کون ہوں) صفحہ ۵۔ چھٹے شعر میں دو عیب (۱) زمزمہ سرائی، خانہ ساز ترکیب (۲) رخنہ انداز کے ہائے مختفی کا اشباع۔

صفحہ ۶۔ چوتھا شعر ؎

مری تار یخ نے دونوں کو کیا ہے نادم
یہ بجا ہے کہ سکندر رہے نہ اب دارا ہے

یہ بجا ہے کا تکرار بہت بیجا صرف ہوا ہے معنی الجھے ہوئے ہیں۔

دسویں شعر کا پہلا مصرعہ ؎ غور سے دیکھ تو زمین قلمروئے جہاں

قطعاً مہمل ہے۔ قلمروئے ایک بے معنی لفظ ہے۔

گیارہویں شعر میں ہیولے بجائے ہیولا آیا ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔

صفحہ ۷۔ نواں شعر ؎ میں ہوں وہ زخم زباں مٹنے ہرا ہوتا ہوں

زخم زباں مٹتا ہی نہیں۔ مٹنے کے برابر ہونا کیا معنی۔

گیارہواں شعر ؎ میر و غالب سے ہے حاصل مجھے فیض روحی
الغرض رہبر اردو کے معلا ہوں میں

روحانی ہے مقام ہر روحی ایجاد بندہ ہے۔

(شاعر) صفحہ ۸۔ دوسرا شعر سے لے رہا ہوں ذرے ذرے ہے تو عبرت کا سبق

تو کا واو محذوف ہو گیا ہے یہ عیب ہے

صفحہ ۹۔ پانچویں شعر سے لیکر آٹھویں شعر تک ہر مصرعہ میں ایک تیری ذات ہے۔ ایک ہستی ہے تری۔ ایک تو ہی بخشتا ہے۔ ایک تری ذات ہے۔ ایک تو نے کر دیئے۔ ایک تری ذات ہے ایک تیرے رنگ ہے۔ فارسی جملہ ندائیہ کا استیشن کلام میں زور بھرنے کے لیے بھپ سمجھ کر استعمال کیا گیا ہے۔ زبان اردو میں موقع زجر و توبیخ پر چونکہ ہٹ تری۔ ہٹ ترے۔ بولا جاتا ہے۔ لہذا اس کے ملتا جلتا ایک تیری ایک ترے سماعت پر بہت ہی ناگوار گذرتا ہے۔

صفحہ ۱۰۔ پہلا شعر ہو اے کشورِ دل (الخ) محبت کی طرف خطاب کیا گیا معلوم نہیں کشورِ دل محبت کیونکر بن گئی۔ دوسرے مصرع میں داغِ محبت کو چراغِ شب امکاں قرار دیا ہے۔ خدا جانے شبِ امکاں کیا بلا ہے۔

ساتواں شعر ہے طوطی کے لیے جوہر آئینہ ہیں ذرّے

بلبل کے لیے نغمہ بھی الہام ہے تیرا

المعنی فی بطن الشاعر۔ دونوں مصرعوں کا ربط اور مفہوم شعر کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ طوطی، جوہر، آئینہ، ذرّے، بلبل، نغمہ، الہام، ا کمتل کی طرح ایک شعر میں مقید ہیں حاصل کچھ نہیں۔

دسویں شعر میں محبت کو روحِ تمدن کا مرقع۔ اور ترقی کی ستائش کا انعام قرار دیا ہے۔ یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ کن اعتبار سے یہ خطابات محبت کو عطا فرمائے گئے ہیں۔

(حسن) صفحہ ۱۲۔ پہلے شعر میں ایک ٹکڑا ہے "حسن کی گہرائیوں میں" خدا جانے موتی جھیل ہے یا کیا۔

ساتویں شعر میں زندگی اور خوشی کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔

(عشق) صفحہ ۱۳۔ تیسرے شعر میں زندگی اور خوشی کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔ پانچویں شعر میں "جو جلوہ گر" نظم ہے وہ دو جیموں کے جمع ہونے سے عیب تنافر پیدا ہو گیا ہے۔

(امید) صفحہ ۱۴۔ پہلے شعر میں تو کا واؤ معروف گر گیا ہے یہ عیب ہے۔ نویں شعر میں درس سکوں کی ترکیب اضافی میں تنافر موجود ہے۔

(پروانہ) صفحہ ۱۹۔ آٹھویں شعر میں پروانے سے مخاطب ہے ؎

دیکھتے ہی شمع کو ہو جاتا ہے تو بے قرار
گھومنے لگتا ہے پھر اُس کے گرد تو پروانہ وار

شعر میں دو نقص ہیں (۱) الف دہو جاتا) اس قدر دبتا ہے کہ سماعت کو برا معلوم ہوتا ہے۔ (۲) پروانے سے ارشاد ہوتا ہے کہ تو پروانہ وار گھومتا ہے یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ایک ہی جزو ہیں۔ نویں شعر میں کرتا اور لگتا کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔

(نمود سحر) صفحہ ۲۱۔ ساتواں شعر ؎

وہ طیور صبح خواں کی زمزمہ پردازیاں
سبزۂ خوابیدہ کی وہ بار بار انگڑائیاں

ایک شعر اس میں تین عیب (۱) صبح خوانی کی من گھڑت ترکیب (۲) زمزمہ کی ہائے مختفی کا اشباع۔ (۳) پردازیاں اور انگڑائیاں کے قوافی میں ایطائے جلی۔ آٹھویں شعر میں "کیف پرور" نظم ہے ترکیب غیر مستند ہے۔

دسویں شعر ؎

ڈھونڈتے تاروں کا جھرمٹ ہیں وہ دلکش انعکاس
گویا مخمل پر ستارے جڑ دیئے ہیں پاس پاس

گویا کا الف گر گیا۔ از روئے قواعد ایسا الف گرنا جائز نہیں ہے

صفحہ ۲۲۔ پہلے شعر میں ترنم ریز نغمے ترکیب مہمل۔ دوسرے شعر میں "نغمہ پیرائی کے مارسمانما ترکیب غلط ہے۔ ترنم ریختن و نغمہ پیراستن فارسی زبان میں کہیں نہیں آیا ہے۔

(سکوت شام) صفحہ ۲۴۔ دوسرا شعر سکوت شام سے مخاطبت ہے فرماتے ہیں

تو ہے مشاطہ برنگ زلف قدرت مشکبار
سانولے پن سے بنی ہیں گھاٹیاں تاریک و تار

پہلا مصرعہ تو بالکل مہمل ہے۔ چند لفظی حاشیوں کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے۔ دوسرے مصرعہ کو پڑھئے معلوم نہیں ہوتا کس کے سانولے بن سے تاریک و تار گھاٹیاں بنی ہیں۔ چوتھے شعر میں آہٹ کی صدا نظم ہے۔ حالانکہ آہٹ اردو میں پاؤں کی آواز کو کہتے ہیں۔ پھر اس کی صدا کیا۔ چھٹے شعر میں ؎

مہر ہے اس کے لبوں پر حال ہے غنچوں کا قال

کس کے لبوں پر مہر ہے اگر غنچوں کے لب پر مہر ہے تو ان کے ہونا چاہیئے۔

ساتویں شعر میں نغمہ سنجے میں ہائے مختفی کا اشباع۔

صفحہ ۲۵ پہلا شعر ؎ کہتے ہیں دود چراغ رہنمائی ہے سکوت

خدا جانے سکوت کیسے کیں دود چراغ رہنمائی کیونکر بن گیا۔ ایک لایعنی بات ہے۔ تیسرے شعر میں "سوگوار غم" کی ترکیب مہمل معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سوگوار کے تو خود معنی ہیں غمگین۔ پھر اسے غم کی طرف مضاف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

(شفق) صفحہ ۲۶ پہلا شعر ؎ اے شفق اے زیور آرائش چرخ بریں

زیور میں آرائش کا مفہوم خود موجود ہے۔ لہذا لفظ آرائش مصرعے میں فضول ہے۔

دوسرا شعر ؎ عقل انسانی ہے جس کو دیکھ کر حیرت سے دنگ

دنگ کے معنی اردو میں متحیر کے ہیں۔ حیرت سے، یہ الفاظ حشو قبیح ہیں۔

آٹھواں شعر ؎

جی میں آتا ہے کہ میں کہدوں تجھے رنگ شباب
دل نشیں تجھکو بتادوں یا کوئی ہستی کا خواب

بندش میں تعقید۔ معنی الجھے ہوئے بلکہ مہمل۔

دسواں شعر ؎

تا تبسم ہے کسی چہرۂ زیبا کا تو
یا کہ نقش اولیں ہے حسن بے پروا کا تو

اس ایک شعر میں متعدد اغلاط لفظی و معنوی بھرے ہیں قافیہ غلط ہے۔ حسن بے پردہ مرکب توصیفی ہے۔ بے پردہ کی ہائے مختفی اضافت کے بعد الف سے نہیں بدلی جاسکتی۔ یہاں خلاف قواعد فن (ہ) کو الف سے بدلا ہے۔ دوسری غلطی نقش اولی اولیں حسن بے پردہ بن گئی۔ نقش کے ساتھ اولیں کی کیا خصوصیت ہے۔ سوا موزوں ہونے کے شعر میں اور کوئی بات نہیں۔

دکلی صفحہ ۲۸۔ دسواں شعر ناموزوں ہو گیا۔ رہویں شعر کا مصرع اولے ناموزوں ہے غالبًا یہ کتابت کی غلطی ہو۔ مگر غلطیاں رفع ہونے کے بعد بھی اشعار مہمل رہی رہتے ہیں۔

صفحہ ۳۱۔ چوتھی سطر میں ؎ رنگ ستم آرائی ہے۔ دو مستفعلن کے وزن پر نظم ہے مگر آرائی (کی ی) تقطیع سے گر گئی۔ آٹھویں سطر میں ایک ٹکڑا ہے۔ سرمایۂ درد قفس بہت غور و خوض کے بعد بھی یہ مطلب سمجھ میں نہ آیا۔

صفحہ ۳۲ آخر شعر میں "عکس" + "رنگیں" کے قوافی لائے گئے ہیں۔ ان میں ایطائے جلی ہے

صفحہ ۳۳۔ پانچواں شعر ؎ تیرتے ہیں پھول یوں ساحل کے پاس
تازہ داغ دل ہوں گویا دل کے پاس

مصرعِ آخر غلط ہے "ہوں" کی جگہ "ہیں" ہونا چاہیئے۔ یا گویا کی جگہ جیسے الف وقت مصرعے درست ہوگا۔ ساتویں شعر کے قوافی (سیداب + شاداب) میں ایطا ہے

صفحہ ۴۳ - دوسرا شعر ہے

درس آموز فنا ہے قطرۂ آب کا
یا حبابوں کی زباں پر نعرۂ مستانہ ہے

موجوں کی زباں پر اگر نعرۂ مستانہ کہا جاتا تو ایک بات بھی تھی۔ نواں شعر ہے

غیر ممکن ہے کہ دل میں روشنی پیدا نہ ہو
بلبلے پانی کے ہیں انساں میں وحدت کی شمع

"انساں میں" کے ٹکڑے نے کل شعر کو بے معنی کر دیا۔ گیارہویں شعر میں بے معنی کی دیوار گرتی ہے۔

ہلالِ عید صفحہ ۳۹۔ دسویں شعر میں بے معنی کی دیوار گرتی ہے۔

صفحہ ۴۴۔ دوسرے شعر کا آخری مصرع ہے

اور کبھی ہو جاتا ہے گنجینۂ بے بہا

الف کا اس قدر دبنا مخل فصاحت کلام ہے۔ چوتھے شعر میں "کیف پرور" کا خانہ ساز ترکیب۔

صفحہ ۴۵ نویں شعر کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔ قافیے یہ ہیں (اکھڑا ہوا + کھنچا ہوا)

گیارہویں شعر ہے ہر لمحہ زندگی کا وقفِ تپش ہے سرا۔ تعقید لفظی (بہار غم آفریں) صفحہ ۴۶۔ چوتھے شعر میں دو نقص ہیں (۱) کیف پرور کی

غلط ترکیب (۲) دلچسپیاں + رنگینیاں کے قوافی میں الطائے جلی ہے۔
(دو تقاعِ عاشقی) صفحہ ۴۹۔ پہلے شعر میں "حیرت بیں" اکی ترکیب مہمل ہے دوسرے
شعر میں "خوشبو ہیں" کی ہائے مختص کا اشباع ناخوش آئند ہے۔
(یادِ احباب) صفحہ ۵۵۔ چھٹے شعر کا مصرع آخر سہ
رخ کا ہے رنگ پریدہ اور بار دل کی لاش
مہمل۔ بار دل کی لاش خدا جانے کیا چیز ہے۔ رخ کا ہے رنگ پریدہ۔ جملہ ناتمام
ساتویں شعر کے قوافی غلط ہیں (خوشگوار + رازراز)
صفحہ ۵۶۔ دوسرے شعر کے قوافی (بدلہ سنجیاں + بے چینیاں) میں الطائے
جلی ہے۔
(یادِ ماضی) صفحہ ۶۰۔ پانچویں شعر کا پہلا مصرع ناموزوں۔
(عہدِ طفلی) صفحہ ۶۱۔ پہلے شعر میں کیف پرور فارسی ترکیب، دوسرے شعر میں
فضا ہے سوگوار، اردو ترکیب مہمل اور لغو، چھٹے شعر میں تعاطا کو تشبیہ دی گئی
ہے یہ بھی مہمل ہے۔ نویں اور دسویں دو شعر میں قطعہ بند ہیں۔ مگر صورتاً معانی میں کوئی
ربط نہیں ہے۔
صفحہ ۶۲۔ دوسرا اور تیسرا شعر قطعہ بند ہے اور ہم قافیہ ہے۔ دونوں کے قوافی
"ستاگگاں" ہیں۔
(خاکِ وطن) صفحہ ۶۴) دوسرے، دسویں اور گیارہویں شعر میں کتابت کے
اغلاط ہیں۔
صفحہ ۶۶۔ دوسرے شعر کے قوافی میں الطائے جلی ہے۔ قوافی یہ ہیں (پرستشگاہ +
تماشگاہ)
(مکافاتِ عمل) صفحہ ۶۷۔ دوسرے شعر میں "بعید از نوید" کا قافیہ درست نہیں۔

اس لئے کہ بعید میں یائے معروف ہے اور یزید میں یائے مجہول۔
(غریب کسان) صفحہ ۱۴۹ دوسرے شعر کا دوسرا مصرع جس طرح لکھا ہوا ہے وہ ناموزوں ہے۔ سہ کاندھے پہ ہل لے جانے والے۔ ساتویں شعر کے قوافی اچھڑی لگی میں ایطائے جلی ہے۔ نویں شعر کا دوسرا مصرع ادلی جس طرح لکھا ہوا ہے وہ ناموزوں ہے سہ

گیت ہے ترا نغمہ شادی

(آبشار) صفحہ ۱۵۱۔ آبشار پر بے قافیہ نظم میں ساتواں شعر کے قوافی جس میں دو عیب ہیں سہ

تیری سطح آب پر اڑتے ہیں مرغان چمن
جن کے نغموں سے فضا ساری ترنم ریز ہے

(۱) سطح مذکر ہے اسے مونث نظم کیا ہے۔ (۲) ترنم ریز کی فارسی نمائش ترکیب خلاف محاورہ اہل عجم ہے اور غلط۔
صفحہ ۱۵۲۔ دوسرے شعر میں آبشار کو مذکر باندھا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ مونث ہے آٹھویں شعر میں "کے کوئی"۔ اور نویں شعر میں "کے گنج" نظم ہے۔ کانوں کی قربت نے تنافر پیدا کر دیا ہے۔ دسویں شعر میں "تو" ضمیر واحد حاضر کا (و) محذوف تقطیع سے گر کر سماعت پر گراں گذرتا ہے۔
(عدم سے وجود میں) صفحہ ۱۵۳۔ پہلے چوتھے، ساتویں اور آٹھویں شعر میں واؤ محروف کا دبنا مخل فصاحت ہے۔
صفحہ ۱۵۷۔ ساتویں شعر میں "برق پاش" کی غلط ترکیب نظم ہے۔ نویں میں "سینہ فگار" کا لفظ بمعنی اسم فاعل ترکیبی نظم ہے۔ حالانکہ یہ لفظ اسم مفعول ترکیبی ہے۔ اور اہل عجم اس شخص کو کہتے ہیں جس کا سینہ فگار ہو، سینہ فگار کرنے والے کے معنوں میں نہیں آتا۔ مصرع ملاحظہ ہو سہ

۵ سینے میں تھا جو نالہ وہ سینہ فگار تھا۔

(حکیم اجمل خاں) صفحہ ۷۹۔ چھٹے شعر میں "شعلے فروش" نظم ہے ترکیب غلط ہے۔ اسی طرح دسویں شعر میں "تو تقلید" نظم ہے جس سے عیب تنافر پیدا ہوگیا ہے۔

(مکہ معظمہ) صفحہ ۷۹۔ پہلے شعر میں "جلوۂ زار" نظم ہے۔ تجلی زار تو انجام کلام میں آیا ہے جلوۂ زار کے لئے سند پیش ہونا چاہیئے۔ دوسرے شعر میں ذرات کی صفت آبدار ہے۔ نویں شعر میں لات وجبل بہ بائے حطّی محتاج سند ہے۔

صفحہ ۹۲۔ دوسرے شعر میں نغمہائے لذت پرور کی ترکیب غلط و مہمل ہے۔ تیسرے شعر میں بے تابیاں اور دلچسپیاں کے قوافی میں عیب ایطائے جلی ہے۔ چھٹے شعر میں "روح بیگانہ طرب" ہم کوششوں کی ترکیبیں نو ایجاد اور قطعاً مہمل ہیں۔

صفحہ ۹۳۔ تیسرے شعر میں "شعلہ جوالا" بد املا۔ پانچویں شعر میں توہی نے کی جگہ تونے ہی بدنما ہے۔ آٹھویں شعر میں توہی بر وزن نغل غیر فصیح ہے توہی بر وزن نغلُن چاہیئے۔

غزلیات

صفحہ ۸۶۔ گیارہویں شعر میں "رخ جلوہ ساز" کی ترکیب خود ساختہ ہے۔ جلوہ ساختن محاورۂ فارسی ہیں۔

صفحہ ۸۸۔ دسواں شعر ۵ ذرا سوزِ دل بزم کا ساز دینا

کہ خود بولتا ہے خود آواز دینا

عجیب و غریب ٹکڑے نظم ہوئے ہیں۔ المعنے فی لطن الشاعر۔

گیارھویں شعر میں "جلوہ گیر" کی ہائے مختفی کا اشباع معیوب ہے۔
پانچواں شعر ؎

ہے گم کردہ راہ محبت میں ثاقب
ذرا ٹھہر کے پھر اس کو آواز دینا

"گم کردہ" اس مقام پر غلط ہے۔ گم شدہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر گم کردہ رکھا جائے تو اسے راہ محبت کی طرف مضاف ہونا چاہیئے۔ اور پھر "میں" کے تحفظ کو مصرعہ سے نکال دینا چاہیئے۔

صفحہ ۹۱۔ دوسرا شعر ؎ کیا دکھاتا ہے مجھے دیدۂ حیراں میرا
یہ ٹکڑا جس کے نیچے خط کھینچا ہے بالکل بے محل ہے۔ اسی طرح پانچویں شعر میں "زندگی شمع حیات" بھی ایک انوکھی بات ہے۔

گیارہویں ؎ غنچہ ہے عقدہ جنوں، شبنم باغ اشک خوں
موج شفق ہے فیضِ گلکدہ بہار کیا

خوبصورت الفاظ اکٹھا کر دیے ہیں۔ معنی خاک نہیں ہے۔
صفحہ ۹۳ چھٹے شعر میں "طلسم زار" نظم ہے یہ ترکیب بھی محتاجِ سند ہے۔
صفحہ ۹۷۔ دوسرے شعر کا مصرعہ آخر ؎

فرہاد اندر تیشہ، فرہاد سے ہوا

مخفف "دور" کی جگہ سے "کا" لفظ بہتر ہے۔
پانچویں شعر ؎ کیوں جنوں خیز تماشائے بیاباں نکلا
تار داماں سے تو ہاتھوں سے گریباں نکلا

"کیوں" اس شعر میں بالکل بے محل ہے۔ اس کی جگہ "کیا" ہونا چاہیئے
صفحہ ۹۹۔ دسویں شعر کا آخر مصرعہ ؎ جلوۂ دوست ہے کرشمہ ریز۔

ہائے مختفی کے اشباع کا عیب موجود ہے۔

صفحہ ۱۰۰۔ دسویں شعر کا پہلا مصرع ہے

تیری ہستی ہے بلند ہستی راز کائنات

راز کائنات" کافی تھا۔ ہستی محض بھرتی کا لفظ ہے۔

نوٹ:۔ سو کے بعد صفحات کے نمبر شمار سے رجعت قہقری کی گئی ہے اور ۹۷ تا ۱۰۰ مکرر درج ہیں اس کے بعد پھر ۱۰۱ سے صحیح سلسلہ قائم ہوا ہے۔

صفحہ ۹۷۔ ساتویں شعر میں "جلوہ زار" کی ترکیب غلط ہے جلوہ زار یوں فارسی محاورہ نہیں۔ گیارہویں شعر میں "دل دلگیر" کی ترکیب بھی اچھوتی ہے۔

صفحہ ۹۸۔ نویں شعر کا آخر مصرع ہے

چارہ گر اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں۔

اور "کی" تخفیف اس مقام پر بہت ہی بری معلوم ہوتی ہے۔

صفحہ ۹۹۔ ساتواں شعر ہے

جن سے آسودہ ہو میری شعلہ سامانی کا ذوق

وہ تپش اندوزیاں آہ! برق ایمن میں نہیں

اس کا اشارہ قریب بھی بے محل ہے۔ تپش اندوزیاں خانہ ساز ترکیب اس لیے کہ تپش اندوختن محاورہ فارسی نہیں ہے۔ آسودہ، شعلہ سامانی، ذوق تپش اندوزیاں، برق ایمن، شان و شوکت کے الفاظ تو جمع کر دیئے گئے ہیں حاصل شعر بہت مختصر، سبحان اللہ۔

بارہواں شعر ہے اوبچا کر جانے والے اپنا دامن قبر سے

خاک بھی ہستی کی میری اب مرے مدفن میں نہیں

مصرع ثانی کی کیا خوبصورت ترکیب ہے۔ تعقید کتنی خوبصورت ہے۔ اب مدفن

میں خاک بھی نہیں۔ اس مفہوم کو کس قدر بڑھا چڑھا کر ادا کیا ہے۔

صفحہ ۱۰۲۔ دوسرے شعر میں "شعبدہ کاری" کی ترکیب محتاج سند ہے۔

صفحہ ۱۰۱۔ پانچواں شعر ہے کار بہ سختیم رسید سختی طینتمس جو دید
عذر بحیلہ میکند نالۂ دلفگار من

"عذر کردن" اردو کا لفظی ترجمہ فارسی میں کیا گیا ہے۔ نالہ دلفگار بمعنی نالۂ دل را فگاں کندۂ فارسی میں مستعمل نہیں۔ الفاظ فارسی شعر میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ مفہوم المعنی فی بطن الشاعر۔

صفحہ ۱۰۲۔ پہلے شعر میں "بھی باقی" نظم ہے بھی کی "ی" اگر گر بھ کا با کے ساتھ ملنا تنافر پیدا کرتا ہے۔

صفحہ ۱۰۳۔ چوتھے شعر میں "تو" کے "و" معروف کا دبنا بہت برا معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ ۱۰۵۔ پہلا شعر ہے پر جوش ولولوں کا تلاطم ہے موجزن
تلاطم کے لغوی معنے ہیں باہم زدن موج دریا۔ پھر موجزن کے اضافے کی ضرورت بجز موزونیت شعر معلوم نہیں ہوتی۔

صفحہ ۱۰۶۔ ساتواں شعر ہے بندہ پرور پھر شکایت ہائے بے رنگی بجا
یہ شکایت ہائے بے رنگی کیا بلا ہے۔

صفحہ ۱۰۷۔ پہلا شعر ہے فسانہ ہو چکا تھا عہد دوشیں الخ
عہد ماضی کی جگہ عہد دوشیں سبحان اللہ۔

صفحہ ۱۰۹۔ پہلے اور چھٹے شعر میں "تشہیر" کا لفظ بمعنی شہرت محض استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ لغت میں اس کے معنی (شہرت دادن بہ رسوائی) آئے ہیں استعمال لفظ مذکور قطعاً بے محل اور غلط ہے۔ نویں شعر کے مصرع آخر میں ردیف بیکار ہے

مجھ کو کی جگہ میری نظم ہے ؎ کہ ہے خاک شفا خاک در پیر مغاں میری

صفحہ ۱۱۰۔ دسویں شعر کا یہ اشارہ ترتیب بے کار محض جو شعری مذکور کے مصرع آخر میں لایا گیا ہے ؎ خاموش کر رہی ہے یہ میری زبان مجھے۔ پورا شعر یوں ہے ؎

طاقت نہیں کہ ضبط کروں راز غم مگر
خاموش کر رہی ہے یہ میری زبان مجھے

شعر کا مطلب ہی خبط ہے۔

گیارہویں شعر میں دو غلطیاں ہیں۔ (۱) جلوہ باز خلاف محاورہ اہل عجم (۲) حوصلہ امتحان کی ترکیب اضافی ہے درحالیکہ حوصلہ بمعنی ہمت اردو ہے ان معنوں میں بزبان فارسی استعمال نہیں۔

صفحہ ۱۱۱۔ بارہویں شعر میں "تپش اندوزی" کی ترکیب بھی خود ساختہ فارسی ہے۔

صفحہ ۱۱۲۔ چوتھے شعر میں دو لغزشیں ہیں (۱) کیف بر در کی ترکیب خود ساختہ ہے (۲) زمزمہ پرواز کی ہائے مختفی کا اشباع ہے آٹھویں شعر میں ؎

اے سمجھ لے کاش تو میرا مآل زندگی۔ معلوم نہیں مخاطب کون ہے

نویں شعر میں لفظ حریم کو مونث باندھا ہے۔

صفحہ ۱۱۴۔ چھٹے شعر میں "برق پاش" اور دسویں شعر میں "نالہ ریز" خانہ ساز ترکیبیں ہیں خلاف محاورہ اہل عجم ہے۔

صفحہ ۱۱۶۔ دوسرے شعر میں "جذب آزادی" بجائے جذبۂ آزادی۔ پانچویں شعر میں "حیرت زا" کی ترکیب نادرست ہے۔

صفحہ ۱۱۷۔ دوسرا شعر ؎ کون بے خود ہو گیا کس پر گری برق حجاب
کیا تجھے بھی او تغافل آشنا کچھ ہوش ہے

کیا ہے محل ہے کیوں ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۱۱۸۔ دوسرے شعر میں "ذوقِ فنا کوشی" کی خود ساختہ ترکیب مہمل ہے۔

تیسرے شعر میں "خوابِ تخیل نظم ہے" سے ہم ہم سخن دشمن وہ خواب تخیل ہیں
خوابِ تخیل کی جدت قابلِ داد ہے۔ اس موقع پر مجھے ظریف لکھنوی کا شعر یاد آگیا ہے

اعجازِ تخیل ہے یہ وصل کے عاشق کو
آغوش میں جاناں کے بچہ نظر آتا ہے۔

صفحہ ۱۱۹۔ دسویں شعر میں لفظ "متاع" کو مذکر نظم کیا ہے غلط ہے۔

صفحہ ۱۲۲۔ دوسرا شعر ہے ذرے ذرے میں ہے اے ثاقب وجود کائنات
قطرے قطرے میں ہے اک دنیا جہانِ راز کی

جہانِ راز کی دنیا بھی انوکھی بات ہے۔ دسویں شعر میں جلوہ بار کی خانہ ساز ترکیب ہے۔

صفحہ ۱۲۴۔ گیارہواں شعر ہے مرحبا اے جمالِ دوست حبذا اے جمالِ یار

صفحہ ۱۲۵۔ چوتھا شعر ہے فضائیں تھرتھراتی ہیں مرے جذباتِ پنہاں سے
فضاؤں کا تھرتھرانا بھی بہت خوب ہے۔

پانچویں شعر میں ہے مری ہر سانس ہے ڈوبی ہوئی زہرابۂ غم میں
اہلِ ایران نے محاورہ حال ہی میں "زہراب" پیشاب کو کہتے ہیں۔ بغیر لسانی تحقیق کے لفظوں کا استعمال ایسی ہی قباحتیں پیدا کرتا ہے۔ چھٹے شعر میں پھر وہی خود ساختہ ترکیب "جلوہ بار" نظم ہے۔

صفحہ ۱۲۶۔ تیسرا شعر ہے زخمِ جگر کی داد بھی ملتی نہیں یہاں
تری نگہ کو اور بھی قاتل بنائیں گے۔

کون صاحب قاتل بنائیں گے۔ شعر کا آخر مطلب کیا ہے۔

پانچویں شعر کا آخری مصرع ؎ ذرات میری خاک کے کامل بنائیں گے۔ سندی کا کلہرا نظم ہوا ہے۔ متواتر تین کاف کے آنے سے عیب تنافر پیدا ہو گیا ہے۔

ساتویں شعر میں "نشان آفریں" کی خود ساختہ ترکیب اور دوسرے مصرع میں "زمانے نے نئے" کے ٹکڑوں میں تینوں نون جمع ہو کر تنافر پیدا کر رہے ہیں۔ آٹھویں شعر میں "تکلم ریز" کی خانہ ساز ترکیب قابل اعتراض ہے۔

صفحہ ۱۲۸۔ دسویں شعر میں "حیرت نواز" نظم ہوا ہے۔ یہ خدا جانے کیا بلا ہے۔

صفحہ ۱۲۹۔ دوسرے شعر کا مصرع آخر ؎ داماں آرزو دہیر الکتا دراز ہے۔

الفاظ خط کشیدہ میں ذم کا پہلو ہے۔ ساتویں شعر میں "استعانت" بجائے "اعانت" نظم ہے ؎ استعانت تری درکار ہے اے ہمت شوق

صفحہ ۱۳۰۔ بارہویں شعر ؎

مجھے پروا نہیں رسوائیاں ہوں میں زمانے میں
ستم تو یہ ہے کہ تم ہنستے ہو میرے جیب و داماں پر

"جیب" کی جگہ چاک مناسب تھا۔

صفحہ ۱۳۱۔ دوسرا شعر ؎

میرے ہر شعر میں ثاقب حقیقت کی تجلی ہے
کہ ترا عکس پڑتا ہے میرے جذبات پنہاں پر

کہ تیرا بے محل ہے کسی کا ہونا چاہیئے۔ چھٹے شعر میں "جگر پاش" کی ترکیب خانہ ساز ہے

صفحہ ۱۳۲۔ گیارہویں شعر میں "موجۂ دریا" کے لفظ کو مونث باندھا ہے۔ حالانکہ موج مونث ہے اور موجہ مذکر

(رباعیات)

صفحہ ۱۳۹۔ پانچویں شعر کا تیسرا مصرع ؎ مستوں میں نہ ہو ساغر و مینا کی بحث

ساغر و پیمانہ ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۱۳۹۔ پہلی رباعی کے پہلے مصرع میں "مسید خانہ" قافیہ ہے دوسرے میں "جامہ" تیسرے میں "ہنگامہ" قوافی نادرست۔

صفحہ ۱۴۰۔ پانچویں رباعی کا مصرع اولیٰ ہے ہو جور تو میزان فلک پٹ جائے۔ "میزان پٹنا" محاورہ ہے۔ اور میزان ایسی حالت میں نون غنہ کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے میزان فلک پٹنا، اس میں ضعف تالیف پیدا ہو گیا ہے۔ اور محاورے میں تصرف۔

صفحہ ۱۴۱۔ دوسری رباعی کے تیسرے مصرع میں کدۂ ارض کو کرّۂ ارض بہ تشدید را استعمال کیا ہے غلط ہے۔ چوتھی رباعی میں "غم کن" کی ترکیب خود ساختہ قابل داد ہے۔

صفحہ ۱۴۲۔ دوسری رباعی کا پہلا مصرع ناموزوں ہے

ہر جنبش موج بادہ پرستی کا سبب۔

صفحہ ۱۴۳۔ پہلی رباعی کا دوسرا مصرع ناموزوں ہے

لذت سے ملے نہ جائیں بے کار گناہ

۷۔ رامائن منظومہ نانک صاحب لکھنوی

اس مجموعے میں ایک مسدس مدحیہ ۷ رباعیاں اور تین مسدس موسوم بہ فروغ سوز، ویرانی اودھ، خوش نصیب جترکوٹ شامل ہیں۔ سب مسدس ایک ہی بحر میں ہیں۔ اور واقعات کے لحاظ سے مسلسل ہیں۔ تعداد ابیات سب ملا کر تقریباً ۱۴۰۰ ہو گئی۔ صفحات کے میزان ۱۱۹۔ کاغذ کتابت و طباعت اوسط درجہ کی۔ سن اشاعت کہیں درج نہیں۔ مگر مادہ تاریخ سے ۱۹۳۰ء معلوم ہوتا ہے۔ زبان سلیس و بامحاورہ ہے۔ شاعری کی چاشنی سے اشعار خالی نہیں۔ بندشیں چست۔ مضامین درست ادبی و فنی اغلاط بہت کم پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سطور مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

صفحہ ۳۔ بند اول کی بیت میں "درختاں + تاباں" کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔ اسی صفحہ پر تیسرے بند کے چوتھے مصرع میں ع

صفحہ ۴۔ بند اول کے پانچویں مصرع میں معقول بروزن مفعول نظم ہے۔ معقول بروزن   ہونا چاہیے۔

اسی صفحہ پر دوسرے بند کا پہلا مصرع ع چھپا جو نسخہ بصد انتخاب رامائن

صد انتخاب بے معنی ترکیب ہے اسی صفحے پر دوسرے بند کا چھٹا مصرع ع

رہے گا تا بقیامت بقائے نام حضور

بقا کو مذکر نظم کیا ہے۔ اسی صفحے کے چوتھے بند کا پانچواں مصرع ع

یہ مصرع عیسوی میں لکھ دے نانک مسرور

اس میں عین گرتا ہے۔

صفحہ ۸۔ دوسری رباعی کا دوسرا مصرع ناموزوں ہے ایک سبب خفیف

بڑھتا ہے۔

گلزار بنے گی آتش داغ ہستی

(حصہ اول)

صفحہ ۷۔ دوسرے بند کے تیسرے مصرع میں "فرخناک" بہ سکون را غلط نظم ہے صحیح لفظ فرحناک ہے

صفحہ ۸۔ تیسرے بند کے دوسرے مصرع میں ؎

کہیں یہ ہو گئے نسرین و نسترن پیدا

نسرین و نسترن کو مذکر باندھا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں لفظ مونث ہیں۔ پھر اسی صفحہ پر پانچویں مصرع میں ؎ تو قلب سنگ سے نکلی تو بدگمانی ہے

"تو" ضمیر واحد مخاطب کا واو معروف بہت دبتا ہے۔ یہ عیب ہے اور مصرع بھی ناموزوں ہے۔

صفحہ ۹۔ پہلے بند کی بیت کے قوافی "دبایا" + "رکھا" میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۱۶۔ چوتھے بند کے تیسرے اور پانچویں مصرع میں "تو" ضمیر واحد کا واو معروف بہت دبتا ہے۔ یہ عیب ہے۔

صفحہ ۱۷۔ دوسرے بند کے دوسرے مصرع میں دست نگار بمعنی دست نگاری غلط بندھا ہے۔

صفحہ ۲۱۔ پہلے بند کا تیسرا مصرع ؎ ہر ایک کو پئے زینت ہوئی ہے سعی تمام "ہوئی ہے" کی جگہ "رہے فکر" نظم ہونا چاہیئے۔

صفحہ ۲۵۔ پہلے بند کا تیسرا مصرع ؎ جھکا کے سر کو کہا بادشاہ ذی رتبہ مرکب توصیفی کے آخر کی ہائے مختفی الف سے نہیں بدلی جا سکتی۔

دوسرے بند کے تیسرے اور چوتھے مصرعوں میں قوافی (خنداں + تاباں) میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۲۸۔ تیسرے بند کے چھٹے مصرع میں ؎

تباہ سارے جنگ پور کی بزم آج کردوں

پور بروزن دور کو بپُر بروزن دُور نظم کیا ہے۔ اسی صفحے کے چوتھے بند کے چوتھے مصرع میں چھڑی کو چھَڑی نظم کیا ہے۔

صفحہ ۲۹۔ دوسرے مصرع کے پانچویں مصرع میں ؎

کماں کے ٹوٹنے سے بستہ عتاب ہوں میں

لفظ بستۂ عتاب قابل ترمیم ہے۔

صفحہ ۳۰۔ دوسرے بند کے دوسرے مصرع میں نمود کو مذکر نظم کیا ہے یہ غلطی ہے۔ اسی بند کا چوتھا مصرع یہ ہے ؎ شکست قوس پہ ہوتا ہے کیوں خطاب اپنا خطاب اپنا کا ٹکڑا اچھا نہیں۔ اسی صفحے پر تیسرے بند کا پہلا مصرع ناقص ہے قوس کی وصلیت تیغ زہرہ بھی بہت ہی بے ربط ہے۔ تیر کہیں اسی مصرع میں کبرتی کا لفظ صرف قوس کی رعایت سے زبردستی لایا گیا ہے۔ اسی صفحے کے چوتھے بند کا پانچواں مصرع بے معنی سا ہے۔

صفحہ ۳۲ پر پہلے بند میں "مذاق خیز" کی ترکیب مہمل ہے۔ بہر زدق ہوتا تو بہتر تھا پھر اسی صفحے پر تیسرے بند کے پانچویں۔ چھٹے مصرعوں میں (برہمی + زندگی) کے قوافی میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۳۳۔ پہلے بند کی بیت کے قوافی (نازاں + عزاں) میں ایطائے جلی ہے۔ اسی طرح دوسرے بند کی بیت کے قوافی (ترساں + گریزاں) میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۳۴۔ چوتھے بند کے تیسرے مصرع کی بندش اچھی نہیں ؎

کہوں گا صاحب میں یہ بات ہے ناچاری

صفحہ ۳۸۔ دوسرے بند کے چھٹے مصرع میں "جنگ پچھڑ" کو بڑ نظم کیا ہے بڑا معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ ۳۹۔ دوسرے بند کے دوسرے شعر کے قوافی (کمی + خوشی) میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۴۰۔ دوسرے بند کے تیسرے مصرع میں "جنگ پورہ" کو بڑ نظم کیا ہے۔

صفحہ ۴۱۔ دوسرے بند کے چھٹے مصرع میں "اشتر" بفتح تا نظم ہے۔ اسی صفحہ پر چوتھے بند کا پہلا مصرع یہ ہے ؎ درختاں ہو وہ جو زریں میں بیٹھے مہ ذی جاہ

درختاں کا الف و نون تقطیع سے گرتا ہے یہ عیب ہے۔

صفحہ ۴۲۔ پہلے بند کے تیسرے مصرع میں اطلاق کی (ی) گرتی ہے۔ اسی صفحہ پر تیسرے بند کے پہلے مصرع میں جنگ پر بجائے جنگ پور نظم ہے۔

صفحہ ۴۳۔ تیسرے بند کی بیت کے قوافی (رواں + تپاں) میں ایطائے جلی ہے۔ اسی صفحے پر چوتھے بند کا تیسرا مصرع یہ ہے ؎ اگر بلند ہوئے مل گئے کمند بہار

معلوم ہوتا ہے کہ بن گئے کو مل گئے کاتب نے لکھ دیا ہے

صفحہ ۴۴۔ پہلے بند کے تیسرے مصرع میں "سمند برزخار" کی ترکیب توصیفی غلط ہے۔ دوسرے بند کا دوسرا مصرع ؎

اداسی سے ہوئیں سب فگار محلوں میں

لفظ فگار بے موقع ہے۔

صفحہ ۴۸۔ دوسرے بند کی بیت میں دو جگہ جنگ پور نظم ہے

دوسرا حصہ

صفحہ ۴۔ پہلے بند کے پہلے شعر میں قوافی (دیکھا + آیا) نظم ہے ان میں ایطائے جلی ہے

صفحہ ۶۔ پہلے بند کے دوسرے مصرع میں "دست تظلم"۔ یعنی دست ظلم غلط نظم کیا ہے۔

صفحہ ۷۔ پہلے بند کا دوسرا شعر ؎

فسادا ٹھانے میں اس کو نہ فکر باک ہوئی
مکاں میں آتے ہی اس درجہ قہرناک ہوئی

فکرناک اور قہرناک دونوں ترکیبیں محل نظر ہیں۔

صفحہ ۸۔ دوسرے بند کے چوتھے مصرع میں "پیارے" بروزن فعولن غلط ہے اس لفظ میں یائے مخلوط ہے اور اس کا تلفظ بروزن فعلن ہونا چاہیئے۔ اسی صفحہ پر چوتھے بند کے چوتھے مصرع میں "جبیں بہ جبیں" نظم ہے۔ لفظ جبین کے نون کا اشباع اس ترکیب میں غلط ہے۔

صفحہ ۱۱۔ دوسرے بند کے چھٹے مصرع میں "سراپا" کے لفظ کا آخری الف تقطیع سے گرتا ہے یہ جائز نہیں ہے۔

صفحہ ۱۲۔ تیسرے بند کے تیسرے مصرع میں "پیکرِ تن" کی ترکیب غلط ہے اسی لئے کہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔

صفحہ ۱۳۔ پہلے بند کے چھٹے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے۔

صفحہ ۲۱۔ چوتھے بند کے تیسرے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے۔

صفحہ ۲۲۔ دوسرے بند کے پانچویں مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے

صفحہ ۲۳۔ دوسرے بند کے پہلے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے۔ اسی صفحہ پر چوتھے بند کی بیت میں اور بروزن فع نظم ہے برا معلوم ہوتا ہے۔

صفحہ ۲۴۔ پہلے بند کے چوتھے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے

صفحہ ۲۵۔ دوسرے بند کے چوتھے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے۔

صفحہ

صفحہ ۲۹۔ پہلے بند کے تیسرے مصرع میں "جدائی" کی (ی) گرتی ہے۔ اسی پر تیسرے بند کی بیت کے پہلے مصرع میں قافیہ نہیں ہے۔ غالباً یہ غلطی کتابت کی ہے۔

صفحہ ۳۱۔ تیسرے بند کے چوتھے مصرع کو یہ ہے ؎

یہ باپ مالک کے لئے غمزہ فسانہ ہوئے

"غمزہ" کاتب نے بجائے غمزدہ غالباً لکھا ہے مگر غمزدہ فسانہ بجائے فسانۂ غم "بے معنی ترکیب ہے۔ اسی صفحہ پر چوتھے بند کے دوسرے مصرع میں "نصیحانہ" بجائے "ناصحانہ" نظم ہے یہ بھی غلطی ہے۔

صفحہ ۳۲۔ چوتھے بند کے پہلے مصرع میں "رتھ" کو مذکر باندھا ہے یہ غلط ہے مؤنث ہونا چاہیئے۔ اردو میں یہ لفظ بالتانیث مستعمل ہے۔

صفحہ ۳۴۔ دوسرے بند کے تیسرے مصرع میں ضروری کی (ی) گرتی ہے۔

صفحہ ۳۵۔ ساتویں بند کے چار مصرعوں میں یہ قوافی ہیں (کشتی + تہی دستی + مستی + بستی) قوافی میں تین تو درست ہیں مگر پہلا قافیہ کشتی کا اسناد کے ساتھ نادرست ہے اس لئے کہ سین حرف قید ہے اور اس کا اختلاف منجملہ عیوب قافیہ ہے۔

صفحہ ۳۶۔ پہلے بند کا تیسرا مصرع ؎ دولہا لو پہلے مبارک کو آپ بادی ہیں

"دولہا لو" خلاف روزمرہ اردو ہے۔ اس موقع پر دولہا لیں بولتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کتابت کی تحریف ہو۔

صفحہ ۳۷۔ پہلے بند کے پانچویں مصرع میں کریم النفس بفتح فا غلط نظم ہے سکون ہونا چاہیئے۔ اسی صفحہ پر تیسرے بند کے پہلے مصرع میں معدوم کا لفظ بمعنی مخفی خلاف محاورہ اردو ہے۔

تیسرا حصہ

صفحہ ۵۔ دوسرے بند کے پانچویں مصرع میں قلب اداس کی غلط ترکیب نظم ہے۔ اور چھٹے مصرع میں "پیاروں" کو بروزن فعولن نظم کیا ہے حالانکہ اس میں یائے مخلوط ہے۔

صفحہ ۱۴۔ تیسرے بند کے دوسرے مصرع میں "شہ والانشان" کی ترکیب توصیفی میں اعلان نون غلط ہے۔

صفحہ ۱۵۔ تیسرے بند کے پہلے دو مصرعوں کے قوافی (مانو + بجالاؤ) میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۱۶۔ چوتھے بند کے دوسرے مصرع میں لفظ "خوشتر" کا قافیہ واقع ہوا ہے وہ اس موقع پر بالکل بے معنی ہے۔

صفحہ ۲۲۔ تیسرے بند کے چھٹے مصرع کی یہی عبارت ہے ؎

بھرت لکھن بھی وہاں آتھی خوشی پہونچے

غالباً کاتب نے تحریف کی ہے "وہاں بہر" ہوگا۔ اس نے بہر کو یا لکھ دیا ہے۔

صفحہ ۲۸۔ پہلے بند کے چوتھے مصرع میں ہائے "مختفی" کو قافیہ کی غرض سے الف کے ساتھ بدلا ہے۔ مگر تلفظ کی وہ الف سے بدلی نہیں جا سکتی۔ اور اس طرح پہلے دو مصرعوں کے قوافی (دیکھا + پایا) میں ایطائے جلی ہے۔

صفحہ ۲۷۔ پہلے بند کے تیسرے، چوتھے مصرعوں کے قوافی میں ایطائے جلی ہے اور بیت کے قوافی میں اختلاف "حرف قید" کا۔ یہ دونوں عیوب قوافی ہیں۔

صفحہ ۳۳۔ چوتھے بند کے تیسرے مصرع میں "ددش" بمعنی فرد غلط نظم ہوا ہے۔

(۸)

شیطان سبھا

مصنفہ سید آل حسن صاحب بی اے۔ ایل۔ بی وکیل مرادآباد۔

مثنوی جس میں ۵۵۰ شعر ۳۶ صفحوں پر ہیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی بہت ہی معمولی۔ سنہ اشاعت درج نہیں۔ ملٹن کے کچھ خیالات "فردوس گمشدہ" سے اخذ کرکے قافیہ پیمائی کی گئی ہے۔ بندش اشعار سست، قوافی نادرست، کتاب باوجود مختصر ہونے کے اغلاط لفظی سے پاک نہیں۔ زبان صاف وسادہ مگر عامیانہ ہے۔ ادبی حیثیت سے نظم بہت پست مرتبہ کی ہے۔

(۹)

مثنوی جنگ حرمن

مصنف "شیطان سبھا" کی یہ بھی تصنیف ہے۔

اس مثنوی کے چار حصے مجموعی طور سے ۸۸ صفحوں پر ہیں جن میں تخمیناً ۱۵۰۰ شعر ہوں گے۔ کاغذ، لکھائی، چھپائی نہایت ناقص، سال اشاعت سنہ ۱۹۲۰ء یہ نظم بھی ادبی حیثیت سے بالکل ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلی نظم ہے۔ چونکہ اس میں تعداد اشعار زیادہ ہیں لہذا اُسی تناسب سے اغلاط بھی بکثرت ہیں۔ ادبی نقطہ نظر سے کسی مصرف کی نہیں۔ اگر صفحہ وار اغلاط کی صراحت درج کی جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

فرد نتیجہ موازنۂ کتب (بمقابلہ انعامی) مرتبہ سید علی نقی صفی

نمبر شمار	نام کتاب	تقطیع	صفحات	تخمیناً تعداد اشعار	مدّ الف	مدّ ب	کاغذ اور طباعت	مصنف	سال اشاعت	ادبی حیثیت	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	نغمۂ روح	۲۰×۳۰×۱/۱۶	۸۸	۳۰۰	الف	×	عمدہ	اختر انصاری	سنہ ۱۹۲۳ء	ادنےٰ	محاسن کم معائب زیادہ
۲	سبد گل	"	۸۰	۹۰۰	الف	×	معمولی	شائر لکھنوی	درج نہیں	ادنےٰ	— ایضاً
۳	شیطان سبھا	"	۳۶	۵۵۰	×	ب	معمولی	سید آل حسن وکیل	درج نہیں	ادنےٰ	— ایضاً —
۴	مثنوی جنگ جرمن	"	۸۸	۳۶۵۰	×	ب	خراب	ایضاً	سنہ ۱۹۲۰ء	ادنےٰ	— ایضاً
۵	متاع درد	۱۸×۲۲×۱/۸	۱۴۴	۱۴۰۰	الف	×	عمدہ	ثاقب کانپوری	شوال ۱۳۳۸ھ مارچ ۱۹۲۰ء	اوسط	محاسن و معائب برابر
۶	لمحات بصیر	۲۰×۳۰×۱/۱۶	۶۴	۷۰۰	الف	×	معمولی	بصیر بدایونی	درج نہیں	اوسط	— ایضاً
۷	ابتہاج دہاج	"	۶۹	۴۰۰	الف	×	معمولی	دہاج الدین احمد بیرسٹر	۱۹۲۳ء	اوسط	— ایضاً —
۸	جلوہ زار	"	۱۷۰	۱۱۰۰	الف	×	عمدہ	پنڈت اندر جیت شرما	درج نہیں	اعلیٰ	محاسن زیادہ معائب کم
۹	راماین	"	۱۱۹	۱۴۰۰	×	ب	معمولی	نانک لکھنوی	سنہ ۱۹۳۰	اعلیٰ	— ایضاً —

مورخہ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

سید علی نقی صفی

صفی کی نثری تحریریں

مجلس چہلم

حضرت خامس آل عبا
علیہ التحیۃ والثنا

انا للہ وانا الیہ راجعون رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ

کہیے صفیؔ غم زدہ کیونکر ملے نہ ہاتھ   چھوٹے جب ایک آن میں ستر برس کا ساتھ

گذشتہ سال برادر عزیز نے منہ موڑا، امسال دیرینہ رفیق حیات نے ساتھ چھوڑا ۔

کس کس کو روئیے کس کس کا ماتم کیجیے

بظاہر کبیں دنیا میں اپنی میعاد اسیری کے بعد شاید تھوڑے دن ہی باقی ہوں گے۔ ایسی حالت میں احباب و اعزہ کی مفارقت کا صدمہ دل کو شاق اور باعث تکلیف مالایطاق کیونکر نہ ہو ۔

شک نیست بہ شیرینی جاں لیک زمن پرس   شہد یست کہ تلخ است بکام و دہن من

دل گلہ مند پیری و ناتوانی، زباں شکوہ سنج سخت جانی، اور یہ شعر حسب حال ہے

صفیؔ حکم رہائی ہو چکا پھر کیوں توقف ہے   مگر دربان سے کنجی کھو گئی ہے قفل زنداں کی

عالم مصیبت میں اگر کوئی بات تسکین دہ قلب مضطر ہو سکتی ہے تو وہ ذکر مصائب مظلوم کربلا غریب نینوا ہے۔ لہٰذا بتقریب فاتحہ خوانی چہلم بنا بر ایصال ثواب بروح پر فتوح اہلیہ مرحومہ (جنہیں ماتم داری سید الشہداء میں عمر بھر خاص انہماک رہا) مجلس عزا بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ روز یکشنبہ مطابق ۵ فروری ۱۹۳۹ء بمقام مولوی گنج حسینیہ شاہزادہ مرزا ثریا قدر بہادر مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ بوقت ۸ بجے دن کو قرار دی گئی ہے۔ حضرات علمائے کرام و روسائے عظام و احباب ذوی الاحترام

کی خدمت میں مودبانہ گذارش ہے کہ براہ بندہ نوازی قدم رنجا فرماکر داخل حسنات ہوں۔ اور خاکسار کو رہین منت فرمائیں ۔ اِنَّ اللہ لایُضِیعُ اَجرَ المحسنینؔ ط

المــــــــــــــــــــــــــــتمس

سوگ نشین صفی حزیں

"دیوانجی" کلیاتِ ظریفؔ لکھنوی پر انتساب

ظریفؔ مرحوم کا منتشر کلام ان کی وفات پر مدون کر لینے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مجموعے کا انتساب ایسی ذات جامع الصفات سے کیا جائے جو ادبی ذوق، حسن اخلاق و کمالات انسانی سے آراستہ اور محسنِ ادب ہونے کے علاوہ خود ظریفؔ مرحوم کا بھی محسن اور قدر شناس ہو چنانچہ دل اس دلی آرزو کی تکمیل کیلئے بجز عالی جناب کے ہز ہائینس راجہ امیر خاں صاحب بالقابہ والی ریاست عالیہ محمود آباد کی ذات والاصفات کے کوئی اور ہستی نظر نہیں آئی۔ بالخصوص اس لحاظ سے کہ ظریفؔ مرحوم کا آخر حصہ زندگی اسی سرکار فیض آثار سے وابستہ رہا۔ جس جس عملی طور پر ممدوح الشان نے اپنے فیض و کرم سے تاحیات ظریفؔ کی اور اُن کی وفات پر ان کے وابستہ دامن ورثا کی دستگیری فرمائی۔ اور مرحوم کا کلام مرتب کرانے

اور چھپوانے کے مصارف جیب خاص سے عطا کئے اور اس طرح مرحوم کے بقائے نام کی بہترین یادگار قائم کر کے ادبِ اردو کو گراں بار کرم فرمایا۔ اس کی ایک نظر خود یہ مطبوعہ کلیات ہے۔ لہٰذا یہ مجموعۂ ہٰذا جناب ممدوح الشان کے نام نامی سے معنون کیا جاتا ہے اور غالباً اس ہدیۂ مناسب سے روحِ ظریف بھی مسرت اندوز ہوگی۔ جس کی عہدِ مودّت کا یہ آخری ہدیۂ عقیدت معہ جملہ حقوق نذر ہے

دیدہ در بودہ حبابے کہ بپایانِ وفا
ہرچہ در کیسۂ خود داشت بدریا بسپرد

نیازمند
صفی لکھنوی

بھائی کے غم میں لسان القوم کے تاثرات

جناب ظریف کی مجلس چہلم کا اعلان

یہ جانتا ہوں کہ زندگی بے ثبات ہے اور موت منجملہ یقینیات، مگر اے کاش اجل سنین عمر کی ترتیب سے آیا کرتی کہ بڑوں کو اپنے سے چھوٹوں کا داغ نہ اٹھانا پڑتا۔ آہ آہ ظریف مرحوم مجھ سے دس برس چھوٹے تھے اور نسبتہً توانا و تندرست۔ گمان بھی نہ تھا کہ میرے سامنے مر جائیں گے۔ اور اپنے غم النفس مجھ کو سپرد کر جائیں گے۔ ماں باپ کی نشانی چھوٹا بھائی اگر سعید و رشید ہو تو پھر کیا کہنا، اپنی اولاد سے کم عزیز نہیں ہوتا۔ مرحوم سے مجھ کو ایسی ہی محبت تھی اور انھوں نے میرے حق تربیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ ایک وفا شعار بھائی۔ ایک عقیدتمند شاگرد کی حیثیت سے ہر وقت میرا احترام ملحوظ رکھا۔ یہ کیا خبر تھی کہ دفعتہً یکم اکتوبر سے مرض یرقان میں مبتلا ہو کر تین مہینے مسلسل صاحب فراش رہ کر ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو شب پنج شنبہ سوا دو بجے مجھے اس پیرانہ سالی میں چھوڑ کر رحلت کر جائیں گے۔ افسوس صد افسوس مرحوم کی اولاد ذکور سے کوئی باقی نہیں کہ ان کی بزم عزا میں سوگ نشین اور میرے لیے باعث تسکین ہو۔

اجزا سے کھو گیا ہے خدا جانے کون جز
نسخہ حیات کا سری کامل نہیں رہا

بھائی اور ظریف سے روشن دماغ، سلیم المذاق بھائی کی جدائی کس قدر الم انگیز ہے اسے میرا ہی دل جانتا ہے۔ ظریفانہ رنگ میں مصلحانہ مفاہیم ادا کرنے والا

چل بسا، شعر و سخن کی محفلیں سونی ہو گئیں۔ مرگ بے ہنگام نے دنیائے ادب کا رکن فصاحت منہدم کر کے ملک و ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا دیا اور اس زندۂ جاوید کے انتقال پر ملال سے میں شکستہ بازو خود زندہ در گور ہو گیا ؎

خدا بخشے بہت سی خوبیاں مرنے والے میں

مختلف اقطاع ہند سے تعزیتی خطوط اور تار برابر آ رہے ہیں۔ ہمدرد احباب ماتم پرسی کو تشریف لا کر تلقین صبر فرما رہے ہیں لیکن ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو | رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

اس موقع پر اکثر اپنے آقا مظلوم کربلا کی بیکسی کا وہ دلخراش منظر عام تصور میں نظر کے سامنے آ جاتا ہے جب حضرت اپنے پیارے بھائی کی لاش پر

واأخاه! واعباساه!! الآن انكسر ظهري وقلت حيلتي

فرما رہے تھے اور کوئی پُرسا دینے والا تک نہ تھا۔ اس وقت اپنے مضطر دل کو یہ کہہ کر سمجھاتا ہوں ؎

مرہم داغ برادر ہے صفیؔ | بعد عباسؑ الم سبط نبیؐ

اور اسی لئے بتقریب فاتحہ خوانی چہلم بنابر ایصال ثواب بروح مغفور برادر عزیز ؎

زائر سبط رسول الثقلین | عبدہٗ سید مقبول حسین

متوسل بہ طریق مجلس عزائے حضرت خامس آل عبا علیہ التحیۃ والثنا بتاریخ ۲۳ جنوری ۱۹۳۵ء روز یکشنبہ وقت ۱۱ بجے دن بمقام حسینیہ جناب ناظم صاحب مرحوم منعقد کی ہے۔ حضرات علمائے کرام و روسائے عظام و احباب ذی احترام کی خدمت میں یہ جگر خستہ بازو شکستہ دست بستہ ملتجی ہے کہ زحمت شرکت مجلس گوارا فرما کر مثاب ہوں اور ہمیشہ کے رہین منت فرمائیں۔ ان اللہ لا

یضیع اجر المحسنینؔ

برادر مردہ، دل افسردہ

صفی عفی عنہٗ

قطعہ تاریخ ہجری و عیسوی

بازوئے صفیؔ جگر افگار شکست آہ — از مرگ ظریفؔ ابر گہر زائے ظرافت
سال اجلش در رفتہ آزاد بغزودمش — مقبول حسینم انجمن آرائے ظرافت

۱۳۵۶ سنہ ھ

نوٹ :- یہ اعلان سرفراز ہفتہ وار کے ۱۲ر جنوری ۱۹۳۸ء کے شمارے میں چھپ چکا ہے

سید زائر حسین کاظمی۔

۱۹۵۵ء میں ایک مجلس "دائرۂ ادبیہ" میں نے قائم کی تھی جس میں اکثر ادباء و اساتذۂ لکھنؤ شریک تھے مثلاً منشی سجاد حسین مدیر "اودھ پنچ"، مرزا محمد ہادی رسوا، پروفیسر کرسچین کالج، پیارے صاحب رشیدؔ، حکیم ممتاز حسین عثمانی، وغیرہ۔ مشاعرہ و مناظمہ و مناثرہ کے لئے ماہانہ صحبتیں ہوتی رہتی تھیں اور ان کے جو اطلاعی رقعے تقسیم کئے جاتے تھے۔ ان میں غزل کے متعلق بجائے مصرعِ طرح صرف قافیہ و ردیف و نام بحر اور نظم و نثر کے مضمون کی سرخی دے دی جاتی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد ادارے سے ایک ادبی رسالہ موسوم بہ "معیار" شائع ہونے لگا جس میں اشعار شعراء بمقابل قوافی و زبان تخیل کے متعلق اصلاحی مضامین درج ہوتے تھے اس ادارے کے ایڈیٹر حکیم محسن علی خان اثرؔ تھے۔ اور دفتر اس کا نخاس میں تھا اس زمانے میں بھی شعراء کی دو پارٹیاں تھیں ایک پابند تخیل قدیم دوسری پیروِ تخیل جدید۔ لہٰذا نویں شعر میں اسی طرف اشارہ ہے

صفیؔ عفی عنہ

نوٹ: "دیوانجی" کے صفحہ ۲ پر یہ تحریر درج ہے جس شعر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے

تخیلِ قدیم آ کے اگر سر پہ بھی لا دے   نخاس سے معیار کا دفتر نہ اٹھے گا

نواب وصی علی خاں وصفؔ مرحوم کو میر ازمحمد ہادی عزیزؔ کی طرح پہلے بنے صاحب مشتاقؔ مرحوم سے تلمذ تھا۔ پھر دونوں صاحب مجھ سے اصلاح لینے لگے معنی بند اشعار کہنے کا وصفؔ مرحوم کو بہت شوق تھا۔ فارسی ترکیبوں اور شوکت الفاظ کے دلدادہ تھے۔ ظریفؔ مرحوم کے ان شعروں میں روئے سخن انھی کی طرف ہے

صفیؔ عفی عنہ

نوٹ :۔ جناب واثق کو جو بہت کم سن صاحبزادے تھے۔ اُن کے چچا مجنوں صاحب جویا مرحوم لیکر ایک روز میرے پاس آئے اور فرمایا کہ ان صاحبزادے نے ایک مشاعرہ کیا ہے لہذا آپ سے شرکت کا وعدہ لینے آئے ہیں۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ انھوں نے ایک مطبوعہ رقعہ دیا ہے میں نے فرش پر بغیر پڑھے رکھ دیا۔ اثنائے گفتگو میں اُنھوں نے اس رقعہ کی جانب مجھے متوجہ کیا اس وقت اسے اٹھا کر میں نے پڑھا واقعی عجیب و غریب انشا پردازی تھی۔ نگارندۂ رقعہ کے دماغ کی اصلاح مقصود تھی۔ اس لئے رقعہ ظریف مرحوم کو دیکر یہ نسخہ تجویز ہوا۔ مشاعرے کے دن ایک بہنگی میں میرے کتب خانہ کے کل کتب لغات لاد کے اپنے ملازم ولی محمد کو جو عجیب الہیئت سا آدمی تھا ہماری طرف کا رہنے والا تھا ظریف مرحوم نے دینے اور اُس کے سر پر ایک بڑی چاندنی لیکر ایک بڑا سا پگڑ باندھ کر کہا کہ یہ بہنگی لیکر ہمارے ساتھ چلو اور مشاعرے کے باہر بیٹھے رہنا جب ہم زور سے پکاریں تو اسی ہیئت کذائی کے ساتھ ہمارے پاس چلے آنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب سنجیدہ غزلیں میری غزل پر ختم ہوئیں اور ظریف مرحوم کی باری آئی تو انھوں نے باواز بلند پکارا " ابو القوامیس " اور ملازم بہنگی لئے ہوئے پہنچ گیا۔ محفل میں اس وقت ایک قہقہہ پڑا اور غزل کے ہر شعر پر تو ہر شخص کا ہنسی کے مارے برا حال تھا۔

صفی عفی عنہ

نوٹ :۔ رقعہ " دیوانجی " کے صفحہ ۶۴ پر درج ہے۔ صفی مرحوم کا یہ نوٹ بھی اسی سلمیات کے صفحہ ۶۲ ۔ ۶۳ پر درج ہے۔

سید زائر حسین کاظمی

خطباتِ مشرقان

لسان القوم مولانا صفیؔ مدظلہ کی نظر میں

درحقیقت یہ خطبے تمام تر علمی اور ادبی شاہ کار ہیں اور ادبی حسن کلام خطیب اعظم کے آئینہ دار۔ محاسن خطبات و خطیب کے متعلق فاضل مقدمہ نگار نے مقدمہ میں یا عالی جناب ڈاکٹر وحید مرزا پی۔ ایچ ڈی۔ صدر شعبہ السنۂ مشرقیہ لکھنؤ یونی ورسٹی نے جو کچھ سپرد قلم فرمایا ہے، حرف بہ حرف اس سے مجھے اتفاق ہے۔ یہ ملفوظات علمی، ادبی، اخلاقی، معاشرتی حیثیت سے زبان اردو کے لئے گراں قدر سرمایہ ہیں۔ اور مبتدی و منتہی دونوں کے لئے قابل استفادہ۔

(از سرورق ادلستان)

خطبہ صدارت

لسان القوم جناب مولانا صفی صاحب مدظلہ صدر استقبالیہ کمیٹی

جناب صدر و حاضرین جلسہ!

منتران بزم ادب کا صدر منجانب جملہ ممبران و عہدہ داران بزم ادب صدر صاحبان کی صدارت اور آپ حضرات کی تشریف آوری کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ علم و ادب کی یہ بے زبان اور شکستہ بپر محفلیں اپنے ان محسنوں اور مربیوں کو جن کے ظل عاطفت میں ان کا رشتہ حیات ابھی تک قائم ہے۔ صرف خاص ہی خاص موقعوں پر تکلیف قدم رنجہ دیتی ہیں مگر ان کی حسرت سے بھری ہوئی نگاہیں آپ کی چشم توجہ کی برابر منتظر رہتی ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ اپنی کم مائیگی کے باعث یہ آپ جیسے باوقار مہمانوں کا صمیم خیر مقدم کرنے سے قاصر ہیں مگر ان کے دل آپ کی اس بے تکلف شرکت کے شکریہ سے لبریز ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ کچھ عرصے سے ضعیف العمری کے باعث میں ادبی محفلوں میں شریک ہونے سے معذور رہتا ہوں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب تک دل و دماغ نے میرا ساتھ دیا میں نے علم و ادب کی خدمت سے کبھی منھ نہیں موڑا مگر اب ہوش و حواس جواب دے چکے ہیں اور میری آواز اب وہ آواز نہیں رہی جس نے سالہا سال تک آپ کو مختلف موقعوں پر قومی ترانے سنائے۔ میرے اس وقت یہاں موجود ہونے

کی اصلی وجہ حقیقت یہ ہے کہ مسٹران صاحب کی نوعیت وفات اور قوم و ادب سے ان کے پرخلوص التفات نے مجھے استقبالیہ کمیٹی کی صدارت کے پر تکلف اعزاز کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور بالخصوص اس بزم کے نگران ادارے کے اعلیٰ مقاصد نے بیسک ایجوکیشن کی ترقی، ہندو مسلم اتحاد اور خالص جذبۂ وطن پرستی بھی شامل ہیں میرے کمزور ہاتھ پیر دل میں قومیت کی ایک تازہ روح پھونک دی اور آج پھر آپ مجھے اسی مشغلہ میں سرگرم دیکھتے ہیں۔ جس کو ترک کئے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا۔

بہر حال میں حاضر ہوں اور صرف اس لئے حاضر ہوں کہ اپنی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے بعد اب آپ حضرات کی جدوجہد اور کوششوں کو سراہوں اور یہ دیکھ کر اپنے دل ہی دل میں خوش ہوں کہ جس راستے پر ایک خاص منزل مقصود تک پہنچنے کے بعد میرے پاؤں تھک گئے تھے۔ اب اسی راہ پر ملک اور قوم کے بہت سے باہمت نوجوان کیسی مسرت اور سرگرمی کے ساتھ گامزن ہیں۔ پیرانہ سالی کے باعث گو میں خود آپ کے ساتھ قدم اٹھانے سے اب معذور ہوں مگر میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میری دلی دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ آپ کی یہ ہمت افزا کوششیں، جناب صدر جلسہ جیسے علم نواز اور ادب پرست کی مہربانی اور رہنمائی سے کبھی رائیگاں نہ جائیں گے۔

میری دلی تمنا ہے کہ علم و ادب کے یہ بارونق جلسے اس قدر مقبول خاص و عام ہو جائیں کہ میں اپنی زندگی ہی میں انھیں ملک کے کونے کونے میں اسی آب و تاب کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھ لوں۔ مجھے یہ آرزو تھی کہ کاش میرے وہ ساتھی جو قبل از وقت مجھ سے جدا ہو گئے۔ اس محفل میں موجود ہوتے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے بوئی ہوئی کھیتی کو لہکتا ہوا دیکھ کر میری طرح خوش ہوتے۔ خدا کرے کہ ہندوستان

کی سرزمین، سرشار، چکبست اور پریم چند جیسے ادیبوں اور شاعروں سے ہمیشہ منور رہے تا کہ ان کے کارنامے ہماری باہمی نا اتفاقیوں کے باعث صفحۂ ہستی سے مٹ نہ جائیں۔ لہٰذا اس موقع پر میں اپنے نوجوانوں سے یہ درخواست کروں گا کہ جہاں وہ غزل، قصیدہ، رباعی اور دیگر اصناف شاعری میں جاں فشانی کر کے علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ وہاں ان کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ نیچرل شاعری اور اصلاحی نظموں کی طرف بھی پوری پوری توجہ مبذول فرمائیں۔ شاعری کا یہ میدان بہت وسیع ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس راستے پر کچھ دور چلنے کے بعد ایسے دلچسپ اور دلفریب موضوع مل جائیں گے جو ان کے ذوق سلیم کو خود بخود اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ اور ہماری زبان پر کی پر فضا چمن میں بعض نا تجربہ کار باغبانوں کے ہاتھوں جو پژمردگی پیدا ہونے لگی ہے۔ وہ پر حوصلہ نوجوانوں کی کاوش سے بہ آسانی دور ہو جائے گی۔ میں ایک بار پھر آپ کی تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور ہر سہ محفلوں کے صدر نشین احباب کا ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے آپ حضرات اس بزم ادب کو اور اس ادارے کو جو اس کا نگراں ہے ہمیشہ اپنی سرپرستی سے سرفراز فرماتے رہیں گے[1]

خادم قوم

صفی

---

[1] ۔ آر او بستان ص ۹ اور ص ۱۰ سٹراں بزم ادب منعقدہ اپریل ۱۹۴۱ء

"ہماری شاعری" مصنفہ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب پر

شاعر بزرگ لسان القوم مولانا صفی لکھنوی کا توثیق نامہ

"ہماری شاعری" روح ادب ہے
نگاہِ نکتہ رس میں منتخب ہے

اس دلآویز کتاب لاجواب کی اشاعت پہلی مرتبہ ۱۹۲۸ء میں ہوئی اس کے بعد پھر دوبارہ مگر میری کوتاہی قسمت نے مجھے اس کی دید سے محروم رکھا اور میرے کرم فرما مصنف کو اس بھول میں ڈال دیا کہ وہ اس کی ایک جلد میرے پاس بھیج چکے ہیں۔ مجھے اپنی جگہ تحیر" کہ ؎

گو نام عاشقوں میں سرفہرست ہے رقم
بھولا ہوا ہے صاحب دفتر حساب میں

حسن اتفاق کہ امسال اس کی تازہ طباعت کے وقت فاضل مصنف کو اپنے بیان مندرجہ ذیل کی تصدیق کے لئے ایک ایسی عینی شہادت کے اضافے کا خیال آیا، جس کی نظر سے نئی پرانی تہذیب کے مناظر گزر چکے ہیں۔

"میں نے اردو شاعری کی حمایت میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایجاد بندہ ہے اور من گھڑت نہیں ہے۔ ہمارے شاعر خود ان حقیقتوں سے واقف تھے"۔

نگاہ تجسس نے مجھے یاد دلایا کہ، میرا بڑھاپا میرے کام آیا اور اس بے بہا

سرمۂ مفت نظر سے میری آنکھیں روشن ہوئیں۔ اول سے آخر تک اس فلسفی صحیفے کا میں نے دوبارہ سیر کی مگر دل سیر نہ ہوا ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں است

فاضل مصنف کے سحرکار بلکہ معجز نگار قلم نے فلسفیانہ خیالات و شاعرانہ جذبات کے آب و رنگ کو باہم دگر سمو کر اس حسن سے ہماری شاعری کی صورت کشی کی ہے، جس کی تعریف کے لئے مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ درحقیقت یہ کام ہر شخص کا بھی نہیں۔ اسے وہی کر سکتا تھا جسے قدرت کی طرف سے ایسا دل و دماغ ملا ہو اور جس نے ایک عمر تحقیق و تدقیق میں صرف کی ہو اور جس کے قلم میں بھی اسی قدر زور ہو۔

افسوس ہے کہ تہذیب یورپ کی کورانہ تقلید نے ہمیں اپنی تہذیب و طرز معاشرت سے بالکل بیگانہ کر دیا اور ہم اسی فارسی شعر کے مفہوم کا مصداق بن گئے ؎

بیگانہ ام از خویش و زوارفتگی خود

غربت زدۂ نیست چو من در وطن من

ہماری شاعری پر ایسے ناواقفوں کا یہ مہمل اعتراض ہماری شاعری اردو کی عشقیہ شاعری میں معشوق جنس ذکور سے ہوتا ہے! ورامرد پرستی کے جذبات نظم کیئے جاتے ہیں، اس لئے وہ خلاف فطرت بھی ہے اور مخرب اخلاق بھی۔"

اس کے مدلل اور مسکت جتنے جوابات اس کتاب میں درج ہیں، وہ معترض کی غلط فہمی، اپنی سماجی تہذیب سے ناواقفیت اور مصنف کی وسعت معلومات و بالغ نظری کی آئینہ داری کر رہے ہیں۔

اردو شاعری میں ..... عاشق و معشوق جنس ذکور سے ہو یا جنس اناث سے غزل کے حسید ان میں جو ایک جولان گاہ جذبات محبت ہے ہمیشہ یہ لباس مردانہ یعنی ضمائر مذکر کے بھیس میں رونما ہوئے ہیں۔ مہذب شعراء کا طبقہ اسی قانون کا پابند ہے۔

الغرض فاضل مصنف نے اعتراضات کی رد میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ ان کے خود ساختہ نہیں بلکہ تمام تر شعراء کے ملحوظات ہیں، جن کا پابند میں نے اپنے پیش روؤں کو بھی دیکھا اور خود بھی ستر برس کی مشق سخن میں ان پر کار بند ہوں۔

غبار کاروان عمر رفتہ

صفی لکھنوی [1]

---

[1] ہماری شاعری - چوتھا ایڈیشن - پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب